



”اہلسنت وجماعت کے عقائد و معمولات پر مستند جامع
تحقیقی دستاویز جس کے ذریعے متلاشیان حق کو نشان منزل
پانے میں آسانی ہوگی۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور عقائد و معمولات اہلسنت



خلیفہ مفسر اعظم پاکستان
علامہ مفتی اعجاز احمد قادری اویسی

مکتبہ غوثیہ

یونیورسٹی روڈ، بلہمقابل، مین گیٹ سکری پارک کراچی
021-34926110, 021-34910584
0322-3859654

” اہلسنت وجماعت کے عقائد و معمولات پر مستند و جامع تحقیقی دستاویز
جس کے ذریعے متلاشیان حق کو نشان منزل پانے میں آسانی ہوگی “

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اور عقائد و معمولات اہلسنت

﴿تالیف﴾

خلیفہ مفسر اعظم پاکستان

علامہ مفتی اعجاز احمد قادری اویسی

مکتبہ غوثیہ، کراچی

طباعتی تفصیلات

نام کتاب	✽	شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عقائد و معمولات اہلسنت
تالیف	✽	علامہ مفتی اعجاز احمد قادری مدظلہ العالی
نظر ثانی	✽	علامہ ڈاکٹر حبیب الرحمن مدظلہ العالی
کیوزنگ	✽	علامہ امجد اسلام امجدی / علامہ فضل احمد قادری
اشاعت اول	✽	جنوری 2013ء: بمطابق صفر المظفر 1434ھ
صفحات	✽	۱۵۵
باہتمام	✽	مولانا محمد قاسم جلالی، حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی
قیمت	✽	

﴿ناشر﴾

مکتبہ غوثیہ

نزد "جامعۃ الفاطمۃ للبنات" بالقابل مین گیٹ

عسکری پارک، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان

فون: 021-34926110 021-34910584

0300-2196801

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿شرف انتساب﴾

سرزمین پنجاب میں علوم و فنون اسلامیہ کی شمع روشن کرنے والی
شخصیت کے نام

جن کا فیضان آج بھی خورشید و بستانِ علمی ہے
یعنی

شیخ الاسلام، قدوة الامام، مرجع العلماء، جامع المعقول
فقیہ العصر، الامام الکبیر، استاذ الجن والانس

محمد عبدالحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۹۷ھ

اہل شعور کے لیے ان کی تصانیف مینارہ نور ہیں
ان کی تحریریں میری اکثر علمی مشکلات کا شافی حل عطا کر دیتی ہیں۔

﴿طالب نگاہ و کرم﴾

یک از گدائے درگاہ سیدنا امام العاشقین اویس قرنی رضی اللہ عنہ

ابو محمد اعجاز احمد قادری الاویسی

غفرلہ ولوالدہ یہ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور محبوب کریم ﷺ کی نگاہ عنایت سے مکتبہ غوثیہ اہلسنت کا ایک ممتاز دینی و اشاعتی ادارہ ہے جو مختلف گونا گوں مسائل سے دوچار ہونے کے باوجود مسلک حق اہلسنت و جماعت کے نظریاتی اقدار کے تحفظ کے لیے تنہا شبانہ روز مصروف عمل ہے جس کا عملی نمونہ اب تک قریباً ڈیڑھ سو کتب و رسائل کی صورت میں اہل محبت کی آنکھوں کی زینت بن چکا ہے اور کتاب ہذا بھی اسی سلسلہ محبت اور عزم کامل کی عکاسی کرتی ہوئی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب میں اہلسنت و جماعت کے مشہور عقائد و معمولات کو ہندوستان کی عظیم الشان و جلیل البرہان ہستی شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی عبارات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جس سے معترضین کو راہ ہدایت کے تعین میں بہت حد تک معاونت مل سکتی ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے سلسلہ علمی میں معترضین کے اکابر بھی خود کو صد فخر شامل کرتے ہیں کیونکہ حضرت شیخ بلاشبہ وہ نعمت ہے جنہوں نے پورے ہندوستان میں سب سے پہلے علم حدیث کی شمع روشن کی پھر انہی کے جلائے ہوئے دیپوں سے آگے شاہ عبد الرحیم دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے یگانہ روزگار افراد صفحات تاریخ کی رونق بنے اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ واللہ الحمد۔

اسی لئے فاضل جلیل خلیفہ مفسر اعظم پاکستان مفتی اعجاز احمد قادری اویسی نے شب و روز کے حاصل مطالعہ کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا تاکہ اہلسنت و جماعت کے وہ عقائد و معمولات جو مخالفین و معترضین کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں ان کی تائید میں حضرت شیخ کے کثیر حوالہ جات پیش کر کے معاندین کا ناطقہ بند کیا جائے اور عوام الناس کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات وہی ہیں جو صدیوں سے علمائے کرام و صوفیائے عظام کے رہے ہیں البتہ مخالفین کے خود ساختہ عقائد کی تاریخ صرف چند ہایوں پر ہی محیط ہے۔

اس کتاب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر ”مکتبہ غوثیہ“ اسے شائع کر رہا ہے تاکہ عام و خاص ہر ایک اس سے استفادہ کر کے حقیقت تک رسائی حاصل کرے اور اپنے عقائد و معمولات کو ان اکابرین اسلام کے مطابق کر لے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخروئی کا سامان ہو سکے۔

”مکتبہ غوثیہ“ کی کتب نا صرف کراچی بلکہ بیرون ملک بھی بجز اللہ داد تحسین حاصل کر چکی ہیں لیکن پھر بھی قارئین کرام اور اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں تاکہ اسلام و مسلک اہلسنت کی ترویج و اشاعت کا کام خوب سے خوب تر انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

نیز اگر کتاب میں کسی بھی قسم کی غلطی پر فیا تصحیح وغیرہ کے حوالے سے نظر آئے تو ازارہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے اس سلسلے میں ہم شکر یہ کے ساتھ آپ حضرات کے ممنون ہوں گے۔

آپ کی دعاؤں اور تعاون کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

بانی و خادم مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان

حُسنِ خیال

محقق و مصنف، پیر طریقت

سید محمد زین العابدین راشدی مدظلہ العالی

(ایم اے، فاضل علوم اسلامیہ و شریعہ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ صاحب علم و بصیرت بزرگ تھے جس قدر علم حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے اسی قدر علم تصوف و سلوک کے بلند پایہ عالم تھے، علم تصوف انہوں نے ناصرف کتابوں سے اخذ کیا بلکہ عملی طور پر مشائخ عظام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر صحبت بافیض سے سرفراز ہوئے، قدرت جس پر مہربان ہوتی ہے اسے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سے بھی فیضیاب کرتی ہے اسی لیے جو حضرات دونوں علموں سے فیضیاب ہوتے ہیں وہ محفوظ کیے جاتے ہیں اور ان کا قلم بھی محفوظ رہتا ہے پھر ان حضرات قدسی صفات مردان خدا سے ایک جہان فیضیاب ہوتا ہے۔

شیخ محدث کو سندھ کے مشائخ عظام سے خاص تعلق تھا جیسا کہ اوراق تاریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت شیخ کے کئی اساتذہ اور بعدہ بکثرت شاگردین کا تعلق سندھ ہی کی سرزمین سے تھا مثلاً!

شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں اپنے دادا مرشد کریم حضرت شیخ علی متقی شاذلی علیہ الرحمہ کا ذکر خیر کیا ہے اسی میں دو سندھی بزرگوں کے احوال بھی لکھے ہیں:

علامہ قاضی عبداللہ سندھی مدنی اور علامہ شیخ رحمت اللہ سندھی مدنی (سندھ کے تاریخی مقام دریلو، ضلع نوشہرہ فیروز کے ساکن تھے) دونوں بزرگ شیخ علی متقی کے بافیض مرید تھے۔

(اخبار الاخیار مترجم ۵۲۷-۵۶۱)

شیخ محدث کے تین اساتذہ حدیث کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں ان میں سے ایک سندھی بزرگ ہیں:

۱۔ شیخ عبدالوہاب متقی شاذلی (مرشد گرامی شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

۲۔ شیخ حمید الدین سندھی

۳۔ شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ السروجی

(تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مرتبہ سید محمد قادری، مطبوعہ پٹنہ ۱۹۵۰ء)

مقالہ ہذا ”شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عقائد و معمولات اہلسنت“ دلائل و برہان کا مرقع ہے، شیخ محدث پر تو کسی انصاف پسند کو کلام نہیں ان کے علم و فضل پر سب ہی متفق ہیں لہذا فاضل مؤلف نے عقائد و معمولات اہلسنت کو انہیں کی باحوالہ عبارات سے ثابت کیا ہے جبکہ ان پر کلام نہیں تو ان کی مدلل و مفصل عبارات پر بھی کلام نہیں ہونا چاہیے ایمان کی خیر اسی میں ہے کہ بلاچون و چراں کے مانا جائے۔

فقیر پنجاب کے تبلیغی دورے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ فاضل جلیل صاحب علم و قلم مولانا اعجاز احمد صاحب (کراچی) غریب خانہ پر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مقالہ ہذا کا مسودہ تھا فقیر کو دیتے ہوئے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی، فقیر نے عجلت میں چند حروف سپرد قرطاس کیے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی کوشش و کاوش کو قبول فرمائے اور دوران مطالعہ لوگوں کے قلوب میں عمل کی تحریک پیدا فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

فقیر سید محمد زین العابدین راشدی، کراچی

۲۲ شوال، بروز پیر، ۱۴۳۳ھ

حُسنِ خیال

صاحبِ گفتار و قلم، محقق و مصنف

پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمن مدظلہ (العالمی)

(پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان)

اسلام دین وحدت و یگانگت ہے، اسلام جوڑنے اور ملنے ملانے کی بات کرتا اور اس کا حکم بار بار دیتا ہے لیکن اختلاف، دشمنی اور نفرتوں کے بڑھاوے سے بہت اکید روکتا ہے، اسی لیے وحدتِ امت کے داعیوں کے لئے بشارات جبکہ امت کو توڑنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب شدید و الیم کے تازیانے ہیں، بعثتِ محمدی ﷺ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے عربوں کی بے نیام تلواریں کو محبت و اخوت کی چادروں میں لپیٹ دیا، جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو آپ ﷺ نے اخلاص و قربانی سے بجھا دیا، عصبیتوں اور نفرتوں کو آپ ﷺ نے اللہ ﷻ کے لئے دینی عصبیت اور ایمانی محبت کی شکل عطا فرمادی اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے کا محافظ بنا کر پہلے عرب اور پھر جملہ انسانیت کی کایا پلٹ دی۔ آپ ﷺ کی ذات پاک ہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی برکت سے رب تعالیٰ نے اہل عرب کے دلوں میں سے صدیوں پر محیط عداوت و رقابت دُور کر کے ان کو اُلفت و محبت کا گہوارہ بنا دیا آپ ﷺ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا :

﴿ اَلَمْ تَكُونُوا اَشْتَاتًا فَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ بِيْٓ ﴾

کیا تم بکھرے ہوئے نہیں تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری برکت سے یکجا کر دیا۔

﴿ اَلَمْ تَكُونُوا ضَلٰلًا فَهَدٰكُمُ اللّٰهُ بِيْٓ ﴾

کیا تم راہِ حق سے دور اور گمراہ نہ تھے؟ پس اللہ تعالیٰ نے میری برکت سے تمہیں راہِ راست

کی طرف ہدایت کی نعمت سے بہرہ مند فرمایا۔

خود قرآن کریم نے اہل عرب کی باہم آویزش، انتشار و افتراق کی منظر کشی درجہ ذیل آیت مبارکہ میں بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی ذات پاک کو منبع فیض وحدت قرار دیا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۝

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (چھینچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا۔ (آل عمران ۳، آیت ۱۰۳)

اگرچہ یہ آیت مبارکہ اوس و خزرج کی خون آشام دشمنی کے تناظر میں نازل ہوئی لیکن اس کا مدلول عرب کی جاہلیت عامہ تھی، اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا مصداق حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہیں، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافی مسائل میں ان کی تربیت اس نہج پر کی کہ فہم مسائل کا اختلاف دشمنی پر منتج ہونے کے بجائے دینی احکام کے انطباق میں دائرہ کار کی وسعت اور کشادگی کا باعث بن گیا، مسئلہ بنو قریظہ خلائی مسائل میں نہایت معلوم مسئلہ ہے۔

جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کو ”لَا يُصَلِّينَ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَيْتِي قُرَيْظَةَ“ کا حکم دیا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں فریقوں یعنی بنو قریظہ سے پہلے مغرب کے وقت نماز ادا کرنے والے فریق اور مغرب کے وقت کے اہتمام کے بجائے بنو قریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ کی تعبیر و فہم کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح من قال ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ“ کی تعبیر و تشریح میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مابین نزاع سمیت کئی دوسرے مسائل میں اختلاف فہم، قیاس و اجتہاد

کا دائرہ باہم ادب و احترام کے دائرہ سے تجاوز نہیں کرتا اور نہ ہی ان اختلافات کی بنیاد پر جدال و قتال اور جنگ و حرب کی نوبت پیش آئی کیونکہ جب مقصد رب تعالیٰ ﷻ کے حکم کو ماننا، رب ﷻ کو راضی کرنا، سنت مطہرہ کی اتباع اور سلف صالحین کی اتباع ہو تو نفس خدا پرستی پر غالب نہیں آسکتا اور نہ ہی مادی، گروہی، جماعتی، شخصی اور مسلکی مفادات و اغراض اعلیٰ دینی، ایمانی، اعتقادی اور روحانی اقدار پر فوقیت حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی لئے اسلام جس اعتدال کی تعلیم دیتا ہے وہ صرف کھانے پینے اور لباس ہی کی حد تک مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کا اظہار گفتگو، تعامل، سیرت، کردار اور رویوں کی سطح پر زیادہ بہتر انداز میں ہونا چاہیے، بالخصوص ایک مسلمان سے اس کے دینی مزاج و رویوں میں اعتدال شدت سے مطلوب ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ مشابحت علیؑ میں بغض معاویہ ص اور بغض علیؑ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حبت معاویہؑ کا نتیجہ سوائے ”مُحِبِّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

مسلمان اہل علم کی شان یہ ہے کہ اگر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے علمی دلائل، اجتہادات و قیاسات کا وزن ہو اور دوسری طرف عظمت رسالت و احترام نبوت کا معاملہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دلائل کی بے نیام تلواریں کو بارگاہِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کی چوکھٹ پر ادب کے ساتھ ڈال دے اور اس کے دلائل قاہرہ اور اولیٰ ظاہرہ کا سپ علم کے صرف اُس میدان میں سرپٹ دوڑے، جہاں متقدمین علماء کرام، بزرگان دین و اجل ائمہ عظام نے عقل و نقل کی رکاوٹیں کھڑی نہ کی ہوں ورنہ اس کے ٹھوکر کھا کر گرنے بلکہ اعتقادی اور روحانی طور پر ہلاک ہونے کا خدشہ ہے۔

عالم اسلام مذہبی و دینی طور پر جن اختلافات کا شکار ہے، وہ دو طرح کے اختلافات ہیں:

(۱) فقہی اختلافات (۲) اعتقادی اختلافات

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی اکثریت سنی حنفی المذہب افراد پر مشتمل ہے خال خال

دوسرے فقہی مذاہب مثلاً شوافع، مالکی و حنابلہ پائے جاتے ہیں اس لئے بطور فقہی مذہب کے مسلمانوں کے اختلافات نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن یہاں اعتقادی مذاہب کی کثرت اور ان کے اختلافات کا تنوع شاید دنیا کے کسی بھی دوسرے خطے کے مقابلے میں زیادہ ہے لیکن خوش قسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں تاریخی طور پر چند ایسی نامور، محترم اور اہل علم و ورع شخصیات گزری ہیں جن کی ثقاہت مختلف الخیال مسالک و مشارب و فرق کے مابین بھی متفق علیہ کی ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات ہی میزان اعتدال کے طور پر تصفیہ بین المسالک کے لئے موزوں ترین شخصیات ہیں، معتقدات کے تناظر میں مذکورہ بالا شخصیات یا ان میں سے کوئی شخصیت ہی معیار حق و باطل قرار دی جاسکتی ہے۔

مشہور محقق، مصنف و مترجم اور معروف عالم دین، برادر م علامہ اعجاز احمد قادری مدظلہ نے اس کتاب میں عقائد و معمولات اہلسنت کی توضیح و تشریح اپنے افکار و نظریات کی روشنی میں پیش کرنے کے بجائے شیخ الاسلام و المسلمین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے عقائد و افکار کی روشنی میں پیش کرنے کی مبارک و مقبول سعی فرمائی ہے، اس کتاب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے عقائد و نظریات کو کھینچ مان کر عقائد اہلسنت کے مطابق بنانے کے بجائے عقائد و نظریات اہلسنت کو شیخ کے عقائد و نظریات کی روشنی میں مدلل انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

نیز فرق باطلہ کی جانب سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات میں کترو بیونت کر کے اس سے اپنے من پسند اور من گھڑت عقائد کو برآمد کرنے کی عملی خیانت کا بلوغ، مثبت اور جامع و مانع جواب اس کتاب کی شکل میں حضرت علامہ اعجاز احمد قادری مدظلہ العالی نے پیش فرما دیا ہے، پوری کتاب حضرت شیخ کی اصل عبارات یا تراجم مع جلد و صفحہ نمبر کے ساتھ محققانہ اسلوب اختیار کئے ہوئے ہے۔

یہ کتاب ایک طویل مدتی علمی بحث و تنقیح اور مطالعہ کا ما حاصل ہے جو عقائد و معمولات اہلسنت کے باب میں ایک قابل قدر و لائق صد تحسین اضافہ ہے، یہ کتاب قاری کو احقاق حق و ابطال باطل کے ضمن میں کئی دوسری کتابوں کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دے گی۔ ان شاء اللہ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کتاب کو جملہ مسلمانوں کے لئے عقائد معمولات اہلسنت کے تناظر میں وسیلہ ہدایت اور صاحب کتاب کے لئے توشہ آخرت اور کتاب کو منصفہ شہود پر لانے کی کوشش میں شامل جملہ افراد و معاونین کے لیے باعث اجر عظیم بنائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

ڈاکٹر حبیب الرحمن..... مورخہ 11.09.2012

فہرست

17	مقدمہ: از مؤلف	1
24	عقائد کی اہمیت و ضرورت	2
30	شیخ عبدالحق محدث دہلوی: از علامہ عبدالحکیم شرف قادری	3
47	شان رسالت و عظمت نبوت ﷺ	4
53	اختیارات مصطفیٰ ﷺ و اولیاء ﷺ	5
56	علم غیب انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ	6
65	حاضر و ناظر کا ثبوت	7
71	تصرفات انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ	8
76	زیارت روضہ رسول ﷺ	9
78	نورانیت مصطفیٰ ﷺ	10
80	شفاعت انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ	11
82	حیات انبیائے عظام و اولیائے کرام ﷺ	12
87	توسل، استمداد، استغاثہ	13
97	ایمان والدین کریمین ﷺ	14
100	مسئلہ ندائے انبیائے عظام و اولیائے کرام ﷺ	15
102	جشن میلاد النبی ﷺ	16
105	اعراس بزرگان دین	17
107	ایصال ثواب	18

109	مسئلہ سماع موتی	19
113	کرامات اولیاء اللہ ﷺ	20
113	معراج جسمانی	21
114	حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا	22
115	رویت باری تعالیٰ ﷻ	23
116	تبرکات انبیائے کرام و صالحین ﷺ	24
121	شیخ محقق اور بدعت کا مفہوم	25
122	اماکن مقدسہ پر عمارات اور مزارات پر گنبد بنانا	26
123	مزارات مقدسہ کے قرب و جوار کی برکتیں	27
124	قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا	28
124	نقشِ نعلِ پاک کے فضائل و برکات	29
125	جواز قیامِ تعظیسی	30
125	ذکر بالجہر کا جواز	31
126	اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہیے	32
126	تذفین کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا	33
127	شانِ اولیت و حدیثِ نور	34
127	مشاجرت صحابہ ﷺ	35
129	سیدہ عائشہ کی سیدہ فاطمہ سے محبت کا اظہار	36
130	شیخ محقق کا زید پلید کے بارے میں موقف	37

132	خلافت صدیق و علیؓ پر تفصیلی گفتگو اور شیخ کا موقف	38
138	شیخ محقق کی سرکار غوثیتؒ سے محبت و عقیدت	39
139	مسئلہ باغ فدک اور شیخ محقق	40
150	ماخذ و مراجع	41
152	مفتی اعجاز احمد قادری اویسی کے دیگر علمی نقوش	42

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اس امت کے فضائل و کمالات کو قرآن پاک میں بھی بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ - (آل عمران، ۱۱۰)

ترجمہ: کنز الایمان۔ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اس آیت کی ایک تفسیر خود حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جس میں اس امت کی مزید

شرافت و کرامت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

1- عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ”

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ“ (آل عمران، ۱۱۰)

قَالَ أَنْتُمْ تَتَمَوَّنُونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ :

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم صبا واسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے فرمان الہی ”تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں“ کے

بارے میں فرمایا، تم ستر (70) امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب

سے بہتر اور معزز ہو۔ (سنن ترمذی، کتاب التفسیر، صفحہ 672، رقم الحدیث، 3001، ابن ماجہ، کتاب الزہد،

باب صفۃ امۃ محمد، صفحہ 410، رقم الحدیث، 4287، مشکوٰۃ، صفحہ 1771، رقم الحدیث، 6285)

الغرض اس امت محمدیہ کو سابقہ تمام اُمم پر فضیلت و بزرگی حاصل ہے اس فضیلت کی کئی

وجوہات علماء اسلام نے بیان فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ اکمل و اعظم فضیلت و نعمت جو

اس امت کو حاصل ہوئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس ہے، جس کے مقابل تمام نعمتیں ہیچ

ہیں، اس کے علاوہ اس امت پر ایک انعام یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی،

یعنی تمام کی تمام اُمت کا گمراہی و ضلالت پر اتفاق نہیں ہوگا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

2- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ کی طرف جدا ہوا۔

(ترمذی، کتاب الفتن، صفحہ 490، رقم الحدیث، 2167، مشکوٰۃ، صفحہ 61، رقم الحدیث، 173)

اس حدیث میں چند باتوں کی صراحت فرمادی گئی ہے، ایک تو یہ کہ امت محمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے گمراہی و ضلالت پر جمع نہیں ہوگی اور دوسری بات یہ کہ ”جماعت“ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی جماعت کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا اور جو اس جماعت سے الگ ہوا تو وہ جہنم کی جانب الگ ہوا یعنی اس جماعت سے جدائی کا نتیجہ جہنم کا گڑھا ہے۔

اب یہاں جو حدیث میں ”جماعت“ کا لفظ آ رہا ہے اور اس جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو آخر اس جماعت سے کونسی جماعت مراد ہے؟ اور بعض احادیث میں جماعت کی جگہ ”سواد اعظم“ بیان ہوا ہے تو آخر اس ”سواد اعظم“ میں کون سے افراد شامل ہیں اس سے قبل کے ہم اس بات کا تعین کریں کہ ”جماعت“ یا ”سواد اعظم“ سے کون مراد ہیں؟ چند مزید احادیث پیش خدمت ہیں کہ جن میں ”جماعت“ یا ”سواد اعظم“ کی اہمیت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

3- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا، قَالَ يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (دستِ قدرت) جماعت پر ہوتا ہے، پس سب سے بڑی جماعت کی اتباع کرو اور جو اس جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔ (مستدرک الحاکم، ج، 1، صفحہ، 189، رقم الحدیث، 395، حلیۃ الاولیاء، ج، 3، صفحہ، 37، مسند الفردوس، ج، 5، صفحہ، 258، رقم، 8116، نوادر الاصول، ج، 1، صفحہ، 382، رقم، 552)

4- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَاعْلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ -

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، پس اگر تم ان میں اختلاف دیکھو، تو تم پر لازم ہے کہ سب سے بڑی جماعت کا ساتھ اختیار کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب العن، باب السواد الاعظم، صفحہ، 651، رقم الحدیث، 3950، معجم کبیر، ج، 12، صفحہ، 447، رقم، 13623، شرح اصول اعتقاد اہل السنہ، صفحہ، 105، رقم الحدیث، 153)

5- عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَمَرَنِي اللَّهُ بِهِنَّ، الْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةَ وَالْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَبْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ رَأْسِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ :

ترجمہ: حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے (اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں) جماعت کا ساتھ، نصیحت سننے، فرمانبرداری اختیار کرنے، ہجرت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا، پس جو جماعت سے ایک بالشت برابر بھی الگ ہو تو اس نے اسلام کا قلاوہ (پٹہ) اپنے گلے سے اتار دیا، جب تک کہ وہ (جماعت کی طرف) لوٹ نہیں آتا۔ (صحیح ابن خزیمہ، ج، 3، صفحہ، 195، رقم الحدیث، 1895، مستدرک للحاکم، صفحہ، 192، رقم الحدیث، 404، معجم کبیر، ج، 3، صفحہ، 327، رقم الحدیث، 3431)

6- عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ إِنَّنِ خَيْرٌ مِنْ وَاحِدٍ وَثَلَاثَةٌ خَيْرٌ مِنْ اثْنَيْنِ وَارْبَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَنْ يَجْمَعَ أُمَّتِي إِلَّا عَلَى هُدًى :

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضي الله عنه روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلى الله عليه وسلم نے فرمایا، دو (شخص) ایک سے بہتر ہیں اور تین (شخص) دو سے بہتر ہے اور چار (شخص) تین سے بہتر ہیں، پس تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی ہدایت کے سوا کسی شے پر اکٹھا نہیں کرے گا۔

(مسند احمد، ج، 3، صفحہ، 219، رقم، 21293، ابن عساکر، ج، 38، صفحہ، 206، رقم، 7633)

7- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبْنَا عُمَرَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قُمتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِينَا فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بِجُودَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضي الله عنه سے مروی ہے کہ ”جابیہ“ کے مقام پر حضرت عمر رضي الله عنه نے ہمیں خطاب فرمایا، کہ میں تمہارے درمیان اس جگہ پر کھڑا ہوں جہاں حضور نبی کریم صلى الله عليه وسلم نے ہمارے درمیان قیام فرمایا تھا، پھر فرمایا، جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دُور رہتا ہے جو شخص جنت کا وسط چاہتا ہے اس کے لیے جماعت سے وابستگی لازم ہے۔

(سنن ترمذی، کتاب الفتن، صفحہ، 489، رقم الحدیث، 2165، دستدرک للحاکم، ج، 1، صفحہ، 186،

رقم الحدیث، 387، فتح الباری، ج، 13، صفحہ، 316)

8- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ -

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”یقیناً بنی اسرائیل 71 فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور میری امت 72 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے، اور وہ ”جماعت“ ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، صفحہ 659، رقم الحدیث، 3993، مسند امام احمد، ج،

19، صفحہ 241، رقم الحدیث، 12028، مسند ابی یعلیٰ، ج، 7، صفحہ 32، رقم، 3938)

ان احادیث مذکورہ میں ”جماعت“ ”سوادِ اعظم“ کی فضیلت و برکت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ جو جماعت سے الگ ہو اور جہنم میں گیا، اب دیکھتے ہیں کہ ”جماعت“ اور ”سوادِ اعظم“ کے بارے میں علمائے اسلام کیا بیان فرماتے ہیں، اور آخر جماعت سے کون سی جماعت مراد ہے کہ جن کی برکت سے ہدایت کے راستے پر گامزن ہوا جاسکتا ہے۔

☆ شیخ الحدیث امام ملا علی قاری حنفی ص ”حدیثِ جماعت“ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ إِنَّهُمْ هُمُ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ترجمہ: پس اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ (نجات پانے والی جماعت) سے مراد اہل

سنت و جماعت ہی ہے۔ اور مزید لکھتے ہیں:

وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ أَهْلُ السُّنَّةِ الْبِيضَاءِ الْمُحَمَّدِيَّةِ

ترجمہ: اور فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) اہل سنت ہے۔

(مرآة المفاتيح، ج، 1، صفحہ 248)

☆ امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل سنت و جماعت ہی فرقہ ناجیہ (یعنی نجات پانے والا) ہے اور ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں، اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے اور یہ بات کشف و الہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے اس میں غلطی کا احتمال نہیں، تو کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جسے ان کی (اہل سنت و جماعت) متابعت کی توفیق مل گئی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، صفحہ دوم، ج، 1، صفحہ 173، مکتوب، 59)

☆ امام ربانی ایک جگہ مزید لکھتے ہیں :

نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے، اقوال میں بھی افعال میں بھی اور احوال و فروع میں بھی، کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے، باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ج، 1، صفحہ، 191، مکتوب، 69)

☆ امام ربانی ایک جگہ مزید لکھتے ہیں :

عقل مندوں پر سب سے اول فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ج، 2، صفحہ، 570، مکتوب، 266)

☆ امام علامہ ابوشکور محمد بن سعید سالمی (ہم عصر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے

ہیں :

بہر حال اہل سنت و جماعت سے جدا ہونا بدعت و گمراہی ہے اور بدعت و گمراہی والا دوزخیوں میں سے ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلیل ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾

(آل عمران، 105)

ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے۔

پھر فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ: ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”عنقریب میری امت میرے بعد 73 فرقوں میں بٹ

جائے گی سوائے ایک کے سب دوزخی ہیں، تو وہ ایک (فرقہ ناجیہ) اہل سنت و جماعت ہے۔
 سواد اعظم (بڑی جماعت) کے اُصول رسول اللہ ﷺ کے اصحاب، اُن کے پیرو تالبعین و تبع
 تابعین ہیں جیسے حضرت ابوسعید خدری، حسن بن ابوسعید بصری، سفیان ثوری، اوزاعی، علقمہ،
 اسود، ابراہیم نخعی، شعبی، مالک، حماد بن ابولیسلی، امام ابوحنیفہ اور متاخرین اور ان کے شاگردوں
 میں سے جنہوں نے اُن کی پیروی کی جیسے امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبان، امام زفر، امام
 حسن بن زیاد، داؤد طائی، امام محمد بن ادریس شافعی، امام ابو عبد اللہ مزنی، اور خراسان کے فقہاء
 میں سے ابو مطیع بلخی، ابوسلمان جرجانی، امام محمد بن جرجانی، ابو حفص الکبیر بخاری، شفیق بن
 ابراہیم اور ابراہیم بن ادھم یہ سب امام جعفر بن محمد الباقر اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد (یا شاگردوں
 کے شاگرد) تھے۔ (رحمہ)

اور فقہاء دین سے جس نے ان کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک کہ
 مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور انہوں نے صحابہ کرام اور اُن کے علاوہ ایک جماعت کے
 زبان اور ہاتھوں سے دین کو بغیر کسی تنازع اور اختلاف کے لیا، پھر یہ اس بات پر دلیل ہے کہ
 اہل سنت و جماعت یہی مذکورہ شخصیات ہیں یعنی صحابہ کرام، آئمہ و محدثین اور آئمہ میں سے
 جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ (یعنی جو سواد اعظم کے نقش قدم پر چلے)

(تمہید امام ابو شکور سالمی، صفحہ 381-380)

ان سابقہ حوالہ جات و عبارات آئمہ سے واضح ہو گیا کہ جماعت سے مراد اہل سنت و
 جماعت ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری جماعت مراد نہیں ہے اگرچہ کوئی دوسری جماعت
 لاکھ دعویٰ کرے کہ اس جماعت سے وہ مراد ہیں لیکن جب اس مدعی جماعت کو ”مَا آتَا عَلَیْهِ
 وَأَصْحَابُی“ کے میزان پر رکھ کر دیکھیں گے تو اُن کے دعویٰ کا بطلان واضح ہو جائے گا، اس
 میزان کی کسوٹی پر فقط اہل سنت و جماعت ہی پوری اترتی ہے۔

وَالصُّنَّةُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ہم نے سابقاً ”جماعت“ کے تعین میں فقط چند حوالہ جات نقل کیے ہیں کیونکہ کتاب کی ضخامت ملحوظ ہے لیکن کوئی ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ صرف ان چند آئمہ کرام نے ہی اس حدیث جماعت سے ”اہل سنت و جماعت“ کو مراد لیا ہے تقریباً تمام ہی آئمہ تفسیر و حدیث و فقہ نے اپنی کتب میں بھی ایسا ہی تحریر کیا ہے مزید تفصیل کیلئے امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور متوفی 418ھ کی کتاب ”شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ“ اور امام بیہقی کی ”کتاب الاعتقاد“ ملاحظہ فرمائیں۔

اور سواد اعظم سے مراد بھی اہل سنت و جماعت ہی ہے درحقیقت ”سواد اعظم“ اہل سنت و جماعت ہی کا مترادف ہے، لہذا ”سواد اعظم“ سے علیحدہ کوئی جماعت مراد نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت ہی مراد ہے، اسے کثرت کی وجہ سے سواد اعظم (یعنی بڑا گروہ) کہا جاتا ہے اور چونکہ بعض احادیث میں بھی ”سواد اعظم“ بیان ہوا ہے، لہذا اہل سنت و جماعت کو اس اعتبار بھی ”سواد اعظم“ کہہ دیا جاتا ہے۔

عقائد کی اہمیت و ضرورت

دین متین کے دو بنیادی اجزاء ہیں، ایک ”عقائد“ اور دوسرا ”اعمال“ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، تو اعمال میں قرآن و سنت کی روشنی میں اختلاف ہونا بری بات نہیں بلکہ موجب رحمت و برکت ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةٌ

یعنی ”میری امت کا آپس میں اختلاف رحمت ہے۔“

اس حدیث میں جو اختلاف بیان کیا گیا ہے اس سے اعمال میں ان کی ادائیگی میں اختلاف مراد ہے، مثلاً ایک امام کے نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ کانوں کی ٹوٹک بلند ہوں گے اور دوسرے امام کے نزدیک کندھوں تک۔ وغیرہ ذالک

تو ایسا اختلاف دراصل اُمت کیلئے موجب رحمت و آسانی ہے اور ایسا اختلاف مذموم نہیں بلکہ ”محمود“ ہے لیکن اس کے برخلاف ”عقائد“ میں اختلاف سراسر تباہی و بربادی ہے یعنی اگر عقائد درست ہوئے تو بخشش کی قوی امید ہے اور اگر عقائد درست نہ ہوئے تو اعمال خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں، بخشش ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی، اس کی ایک مثال اس حدیث میں موجود ہے۔

عَنْ ابْنِ عَائِدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّهُ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَنَّا عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ أَصْحَابُكَ يَظُنُّونَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ إِنَّكَ لَا تَسْأَلُ عَنِ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلَكِنْ تَسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ :

ترجمہ: حضرت ابن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرد کے جنازے کے ساتھ نکلے، جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! اس پر نماز نہ پڑھیں کیونکہ یہ فاسق شخص ہے“ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا ”تم میں سے کسی نے اسے اسلامی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟“ ایک شخص نے عرض کی ”جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیا تھا“ تو رسول اللہ ﷺ نے اسکا جنازہ پڑھا اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا ”تمہارے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ تم اہل نار میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو“ پھر فرمایا ”عمر! تم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ تم سے فطرت کے بارے میں پوچھا جائے گا“۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الجہاد، فصل ثالث، صفحہ 1134، رقم الحدیث، 3860)

اس حدیث کی شرح میں امام ملا علی قاری اور امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں :

فَإِنَّ الْأَعْتَابَ بِالْفِطْرَةِ وَالْأَعْتِمَادِ بِالْأَعْتِقَادِ

یعنی ”اعتبار فطرت اور عقیدے کا ہے“۔

تو چونکہ اس مرنے والے شخص کا عقیدہ درست تھا اس لئے باوجود اس کے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے فسق و فجور کی گواہی دے رہے ہیں لیکن اس مرنے والے کو دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش و نجات کی ڈگری مل گئی، اس کے برخلاف جس کا عقیدہ درست نہ ہو وہ اگرچہ کتنے ہی اچھے اعمال کرے، وہ دوزخی ہے ایسے شخص کی بخشش نہیں ہو سکتی، اسی لئے بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ”أَوَّلُ الْأَمْرِ الْأَعْتِقَادُ“ یعنی سب سے اول و اہم عقیدہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں لیکن ہم فقط اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب چند بزرگان دین کے ارشادات و فرمودات پیش کئے جا رہے ہیں کہ جن میں عقائد کی اہمیت و ضرورت کا بیان ہوا ہے، یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ عقائد سے مراد ”اہل سنت و جماعت“ سواذ اعظم ہی کے عقائد ہیں کسی دوسرے فرقے کے عقائد مراد نہیں کیونکہ سابقاً بیان ہو چکا ہے کہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) اہل سنت و جماعت ہی ہے تو اس لئے اس فرقے کے عقائد ہی نجات کا ذریعہ ہوں گے۔

1۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اگر تمام احوال و کیفیات ہمیں عطا کر دی جائیں لیکن ہمیں ”اہل سنت و جماعت“ کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے تو ہم اسے سراسر خرابی سمجھتے ہیں، اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کر دی جائیں لیکن ہمیں ”اہل سنت و جماعت“ کے عقائد سے سرفراز کر دیا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں (کیونکہ نجات کی اصل بنیاد عقائد پر ہے)۔ (مقالات امینیہ، ج 3، صفحہ 581)

2۔ قطب ربانی امام عبدالوہاب شعرانی کا ارشاد مبارک ہے :

آپ نے اولیاء کرام کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ولی کی دیگر علامات میں سے یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے ”عقائد اہل سنت و جماعت“ سے واقف ہو۔

(ایضاً، ج، 3، صفحہ، 581)

3۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے :

کسی ایسے بندے کو جس کا عقیدہ ”اہل سنت و جماعت“ کا عقیدہ نہ ہو اسے ولایت نہیں مل

سکتی۔ (ایضاً، ج، 3، صفحہ، 583)

4۔ حضرت قطب زماں شیخ محمد بن سلیمان جزولی ”صاحب دلائل الخیرات“ فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ امْتِنَّا عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالشُّوقِ إِلَى لِقَائِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ترجمہ: اے ذوالجلال والا کرام! ہمیں اہل سنت و جماعت میں موت اور اپنی لقاء کا

شوق عطا فرما۔

5۔ حضرت شیخ الاسلام ابو محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک ہے۔

وَأَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ترجمہ: اور نجات پانے والا گروہ ”اہل سنت و جماعت“ ہی کا ہے۔

(ایضاً، ج، 3، صفحہ، 580)

6۔ حضرت شیخ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا قول پاک ہے :

”عقیدہ اہل سنت و جماعت“ کا ملتزم ہو کر حدیث و فقہ سیکھنا چاہیے۔

(ایضاً، ج، 3، صفحہ، 580)

ان سابقہ حوالہ جات و عبارات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عقائد کی اہمیت و ضرورت کیا ہے؟

عقائد کی درستگی کے بغیر اخروی زندگی میں بالخصوص فلاح و کامرانی کی امید رکھنا بالکل بے کار اور لغو

بات ہے، جیسا کہ نہایت بلند مرتبہ علماء اسلام کے اقوال سے بیان ہو چکا ہے، اس لئے اگر دارین میں

کامیابی سے سرفراز ہونا ہے تو اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو اپنانا ہوگا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تو کئی جماعتیں اور فرقے ایسے موجود ہیں جو خود کو ”اہل سنت و جماعت“ کہتے ہیں تو ہم کیسے پہچانیں کہ ان میں سے حقیقی اہل سنت و جماعت کون ہیں؟۔

اس کا ایک جواب تو ضمناً سابقہ کلام میں آچکا ہے، یہاں ایک اور جواب حاضر خدمت ہے۔ اگر کسی بوتل میں شراب یا پیشاب بھرا ہوا ہو اور اس بوتل پر خوشنما لیبل لگا دیا جائے مثلاً شربت روح افزاء تو کیا صرف لیبل لگانے سے اندر بوتل میں موجود پیشاب یا شراب، شربت روح افزاء بن جائے گی، نہیں نہیں ہرگز نہیں کیونکہ شربت میں معیارِ صداقت خوشبو اور پاکیزگی ہے، تو اسی طرح اگر دل میں حبیبِ خدا سید انبیاء ﷺ کا بغض اور بے ادبی بھری ہو اور ایسے لوگوں پر ”اہل سنت و جماعت“ کے نام کا خوش نما لیبل لگا دیا جائے تو صرف لیبل لگانے اور دعوے کرنے سے ”اہل سنت و جماعت“ ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ خالص اور صحیح اہل سنت و جماعت وہ ہے جس کے قلم و دھن، قول و سخن، زبان و ذہن سے رحمتِ کائنات، فخرِ موجودات، سرکارِ دو جہاں کی عظمت و محبت کی خوشبوئیں آئیں کیونکہ عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کی اساس و بنیاد ہی محبت و عظمتِ مصطفیٰ ہے۔

بقول علامہ اقبال!

روح ایمان، معز قرآن، جان دیں
ہست حبِ رحمتہ للعالمین ﷺ

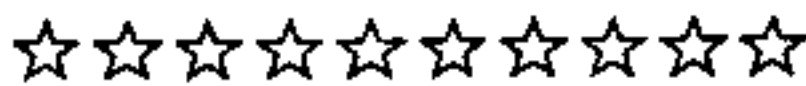
تو اب اس ”معیارِ صداقت“ پر تمام مدعیان کو پرکھ کر دیکھ لیں، ان شاء اللہ اس میزان پر ”اہل سنت و جماعت“ کی انفرادیت سب سے جداگانہ نظر آئے گی اور غلامانِ رسول ﷺ کے چہرے چمکتے دکتے نظر آئیں گے، اس ”معیارِ صداقت“ پر کھرے کھوٹے واضح ہو جائیں گے۔ اب جب عقائد کی اہمیت و ضرورت اور اہل سنت و جماعت کے بارے میں تسلی بخش کلام ہو چکا ہے تو یہ بات بھی ذہن میں جاگزیں ہونی چاہئے کہ وہ کون سی شخصیات ہیں جن پر خاص

طور سے عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے اس اس بارے میں ان کے اقوال و فرمودات کو بطور حجت تسلیم کیا جاتا ہے، تو ان علماء اسلام کی فہرست بہت طویل ہے کیونکہ ایسے علماء ہر دور و زمان میں کثیر ہوئے لہذا سب کا احاطہ ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے چند شخصیات کو اللہ تعالیٰ نے دیگر کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ شہرت و دوام بخشا اور ان سے دین متین کی ترویج و اشاعت کے اہم کام لئے، ان شخصیات میں بالخصوص آئمہ اربعہ، امام ماتریدی، امام اشعری، امام غزالی، امام جلال الدین سیوطی، امام فخر الدین رازی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابن حجر مکی اور ہندوستان و پاکستان میں بالخصوص شیخ الاسلام علامہ علی متقی، امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام اہل سنت علامہ شاہ احمد رضا خان فاضل بریلیؒ نہایت قابل ذکر ہیں۔

ہندو پاک میں اہل سنت و جماعت کی بنیادیں انہیں علماء کے طفیل اور خاص طور سے امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی برکت سے مستحکم ہوئیں۔

لہذا اب اگر کسی کو اپنے عقائد ”اہل سنت و جماعت“ کے مطابق کرنے ہوں تو ان علماء اسلام کے ارشادات کے موافق اپنے عقائد درست کر لے اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے اور اگر کسی کے عقائد و معمولات ان کے فرمودات کے مطابق نہیں تو سمجھ لے کہ وہ ”صراط مستقیم“ سے بہت دور ہے کیونکہ ان علماء حق کے فرمودات درحقیقت قرآن و سنت کا عملی نمونہ ہے۔



شیخ الاسلام، امام اہل سنت، برکتہ المصطفیٰ فی الہند

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

قدس سرہ العزیز

(از: شرف بہت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ (الرحمہ)

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ یہ رہی ہے کہ انسانیت کو شرک و کفر اور گمراہی سے نکالنے کے لئے انبیائے کرام بھیجے گئے فکر انسانی صدیوں کے ارتقاء کے بعد جہاں پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مقدس ہستیوں نے لمحوں میں وہاں پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، امور آخرت اور عالم کے حادث یا قدیم ہونے کے بارے میں بڑے بڑے فلسفیوں اور دانشوروں نے کیا کیا مویشگافیاں نہ کیں؟ لیکن وہ اپنے وابستگانِ دامن کو دولتِ یقین فراہم نہ کر سکے، انبیاء کرام علیہم السلام کے چند کلمات نے سامعین کو وہ تیقن عطا کیا جس کی بنا پر وہ جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کر گئے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات اقدس پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا البتہ پیغمبرانہ جدوجہد اور مشن کو جاری رکھنے کے لئے امتِ مسلمہ کے جلیل القدر افراد آگے بڑھے اور انہوں نے نہ صرف دعوت و ارشاد کا کام پورے ولولے اور لگن سے کیا بلکہ دینِ متین کے مقدس چہرے سے گرد و غبار صاف کرنے میں تمام صلاحیتیں بھی صرف کر دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا:

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین

کی تجدید کرے گا۔ (سنن ابی داؤد)

علماء اسلام نے مجدد کے لئے جو شرطیں بیان کی ہیں یہ ہیں، وہ علوم ظاہرہ اور باطنیہ کا جامع ہو، اس کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و تذکیر سے نفع عام ہو، سنت کی اشاعت و ترویج اور بدعت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہو، ایک صدی کے آخر اور دوسری کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت ہو اور لوگ دینی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی میں ایک ہی مجدد ہو، گزشتہ صدیوں میں سے ہر صدی میں ایک سے زیادہ مجدد ہوئے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ) فرماتے ہیں۔

”مجدد مائے حاوی عشر (گیارہویں صدی کے مجدد) یعنی الف ثانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متولدہ محرم ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۳ھ) اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی (متولدہ ۹۵۸ھ، متوفی ۱۰۵۲ھ) اور میر عبد الواحد بلگرامی صاحب ”سبع سنابل“ (متوفی ۱۰۱۷ھ) تھے۔“

(ظفر الدین بہاری: چودہویں صدی کے مجدد اعظم، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، صفحہ ۳۲-۳۳)

آئندہ صفحات میں گیارہویں صدی کے مجدد، پاسبانِ دین مصطفیٰ ﷺ علوم دینیہ کے نامور مبلغ اور ناظر، دینی جمیت و غیرت کے پیکر، امام الحدیثین، شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دینی اور ملی کارناموں کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ پیش کر دیا جائے۔



”حیات مبارکہ“

۱۰۵۲ھ تا ۹۵۸ھ

۱۶۳۲ء تا ۱۵۵۱ء

امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شہر دہلی ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے ان کے آباؤ اجداد میں سے آغا محمد ترک بخاری، سلطان محمد علاء الدین خلجی کے زمانے میں ”بخارا“ سے ہجرت کر کے ”دہلی“ میں وارد ہوئے اور بلند و بالا مناصب پر فائز رہے، بخارا سے ہجرت کے وقت متعلقین اور مریدین کی ایک جماعت ان کے ہمراہ تھی۔

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، مکملہ اخبار الاخیار، مطبع مجبائی، دہلی، صفحہ ۲۸۹)

آپ کے والد ماجد شیخ سیف الدین دہلوی شعرو سخن کا ذوق رکھنے والے عالم اور صاحب حال بزرگ تھے ”سلسلہ عالیہ قادریہ“ میں شیخ امان اللہ پانی پتی کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔

(خلیق احمد نظامی، حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۶، ۲۷)

حضرت شیخ نے مکملہ اخبار الاخیار میں ان کے متعدد ملفوظات نقل کئے ہیں، چند ایک

ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو مخلوق کے لئے کام کرتے ہیں تاکہ ان کے نزدیک اہمیت

حاصل کریں..... کام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے مخلوق سے کیا کام؟

۲۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ علماء اور فضلاء جاہ و عزت اور کثرت اسباب کے حاصل کرنے

اور مال و دولت کے جمع کرنے میں مخلوق خدا کے ساتھ الجھتے ہیں اور لڑائی تک پہنچ جاتے ہیں، تو

میں شکر کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ نہیں پڑھا اور اکابر میں سے نہیں ہوا۔

۳۔ (شیخ محقق فرماتے ہیں کہ مجھے والد گرامی نے کئی دفعہ فرمایا) کسی شخص کے ساتھ علمی

بحث میں جھگڑانہ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ حق دوسری جانب ہے تو

قبول کر لینا، ورنہ دو تین بار کہنا اگر نہ مانیں تو کہنا کہ بندہ کو اسی طرح معلوم ہے، جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ بھی ہو سکتا ہے، جھگڑا کس بات کا؟

۴۔ اگر تمہیں اپنے پیر اور استاد سے محبت اور عقیدت ہو تو اس سلسلے میں کسی سے لڑائی نہ کرو اور تعصب اختیار نہ کرو، یہ محبت کا کام ہے، جسے محبت نہ ہو وہ کیا کام کرے گا؟ فائدہ بزرگوں کی عقیدت، محبت اور پیروی میں ہے، تم جو جنگ کر رہے ہو وہ اپنے نفس کے لئے ہے نہ کہ بزرگوں کے لئے۔

۵۔ طریقت کے بہت معاملات ہیں، جنہیں اس راہ کے اصحاب ہمت ادا کرتے ہیں، حقیقت کا اصل کام یہ ہے کہ ہر وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ساتھ ہے، ایک لحظہ بھی اس خیال سے غافل نہ رہے، دست درکار و دل بایار۔

(عبدالحق محدث دہلوی، تکملہ اخبار الاخیار فارسی، مطبع مجبائی، دہلی، صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴)

☆ شیخ محقق نے نہ صرف ان کی نصیحتوں کو عمر بھر یاد رکھا بلکہ ان پر عمل پیرا رہے۔

شیخ سیف الدین دہلوی ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء کو یاس انفاس میں مشغول تھے اسی حالت میں رحمت حق کی آغوش میں پہنچ گئے۔

تحصیل علم

حضرت شیخ محقق کو اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے علم سلیم اور فہم و دانش کا وافر حصہ عطا فرمایا، حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا، خود فرماتے ہیں کہ دو اڑھائی سال کی عمر میں دودھ چھڑائے جانے کا واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔

(عبدالحق محدث دہلوی، تکملہ اخبار الاخیار فارسی، مطبع مجبائی، دہلی، صفحہ ۳۰۰)

والد ماجد نے ظاہری اور باطنی تربیت پر بھرپور توجہ دی، دو تین ماہ میں قرآن پاک پڑھا دیا پھر شیخ عبدالحق علوم دینیہ حاصل کرنے لگے۔

جب عربی نصاب اور منطق و کلام کی کتابوں تک پہنچے تو ماوراء النہر (نہر سے نہر چنچوں مراد ہے ماوراء النہر سے مراد وہ شہر ہیں جو اس شہر کے شمال میں واقع ہیں، مثلاً بخارا، سمرقند، خوارزم اور کاشغر وغیرہ ۱۲ شرف قادری) کے دانشوروں کے پاس حاضر ہوئے اور سات آٹھ سال دن رات محنت کر کے علوم دینیہ حاصل کئے، شیخ نے اپنے اساتذہ کے نام نہیں لکھے، ذوق و شوق اور علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ ہر روز اکیس بائیس گھنٹے پڑھنے اور مطالعہ میں صرف کرتے، اپنی محنت شاقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر اتنا ذوق و شوق مولیٰ تعالیٰ کی طلب اور باطن کی ریاضت میں ہوتا تو معاملہ کہاں تک پہنچتا۔ (عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً، صفحہ ۳۰۲)

ذکاوت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ دورانِ سبق عجیب عجیب بحثیں اور مفید باتیں ذہن میں آتیں، اساتذہ کے سامنے پیش کرتے تو وہ کہتے۔

ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

(عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً، صفحہ ۳۰۲)

سترہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ علوم سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں ایک سال میں قرآن پاک یاد کر لیا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔

شیخ محقق ۹۹۶ھ، ۸۸، ۱۵۸۷ء میں حجاز مقدس پہنچے، ۹۹۹ھ، ۱۵۹۰ء تک وہاں قیام کیا، اس دوران حج و زیارت کے علاوہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی اور روحانی استفادہ کیا، مشکوٰۃ شریف کے علاوہ تصوف کی کچھ کتابیں پڑھیں، اسی اثناء میں شیخ سے اجازت لیکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ سے آخر رجب ۹۹۸ھ تک وہاں قیام کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ کی نوازشہائے بے پایاں سے فیض یاب ہوئے، شیخ محقق فرماتے ہیں۔

اس فقیر حقیر نے حضرت خبیر بشیر نذیر ﷺ سے جو انعام و اکرام کی بشارتیں پائیں ہیں ان کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔ (عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً، صفحہ ۳۰۳)

بیعت و خلافت

حضرت شیخ محقق کو بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا بے حد شوق تھا، جوں جوں عمر میں اضافہ ہوتا گیا یہ شوق بھی بڑھتا گیا، یہاں تک کہ اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں شمار ہوئے۔ ابتداءً والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، پھر ان کے ایماء پر ”سلسلہ عالیہ قادریہ“ میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتان (متوفی ۱۰۰۱ھ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے، مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی، ارشاد و سلوک کی منزلیں طے کیں اور شیخ نے انہیں چار سلسلوں چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ، اور مدنیہ کی اجازت عطا فرمائی،

شیخ محقق ہندوستان واپس آئے تو باوجود یکہ سلسلہ قادریہ میں بیعت اور خلافت رکھتے تھے سلسلہ نقشبندیہ میں عارف کامل حضرت خوجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، محمد صادق ہمدانی نے ”کلمات الصادقین“ میں لکھا ہے۔

شیخ محقق نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی اشارے پر بیعت کی تھی۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۱۳۷)

تصانیف

حضرت شیخ محقق نے اپنی حیات مبارکہ کا اکثر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کیا، ان کی تصانیف دنیا بھر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، فنی اعتبار سے ان کی تصانیف درجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

تفسیر..... تجوید..... حدیث..... عقائد..... فقہ..... تصوف..... اخلاق..... اعمال.....
منطق..... تاریخ..... سیر..... نحو..... ذاتی..... حالات..... خطبات..... مکاتیب..... اشعار.....

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۱۶۰)

نوٹ: جناب نظامی صاحب نے نمبر ۹ پر فلسفہ و منطق کا شمار کیا ہے، حالانکہ فلسفہ میں ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ شرف قادری

حضرت شیخ محقق کی تصنیف کی تعداد ساٹھ ہے، چند مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ اشعة اللمعات مشکوٰۃ شریف کا فارسی ترجمہ اور شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی) مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح

جس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

۳۔ شرح سفر السعادة (فارسی)

۴۔ مدارج النبوة (فارسی) سیرت طیبہ کی اہم ترین اور لافانی کتاب۔

۵۔ اخبار الاعجاز (فارسی) ہندوستان کے علماء اور مشائخ کا مستند تذکرہ۔

۶۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی) تاریخ مدینہ کے نام سے اس کا ترجمہ

چھپ چکا ہے

۷۔ زبدة الاسرار (عربی) مناقب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص

بہجۃ الاسرار۔

۸۔ زبدة الآثار (فارسی) زبدة الاسرار کا ترجمہ مع اضافات۔

۹۔ تکمیل الایمان (فارسی) اسلامی عقائد اور (معمولات) مسلک اہل سنت

و جماعت۔

۱۰۔ شرح فتوح الغیب (فارسی) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "فتوح الغیب" کی

فارسی شرح۔

۱۱۔ مائیت بالسنة (عربی) بارہ مہینوں کے اسلامی معمولات، کتاب و سنت اور طریق

اسلاف کی روشنی میں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ڈاکٹر زہیر احمد کے حوالے سے شیخ محقق کی تصانیف میں

”الاکمال فی اسماء الرجال“ کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ”فہرس التوالیف“ میں اس کا ذکر نہیں ہے حالانکہ ”الاکمال“ امام ولی الدین صاحب مشکوٰۃ کی تصنیف ہے اور مشکوٰۃ شریف کے آخر میں چھپی ہوئی عام دستیاب ہے۔

۱۲۔ رسالہ ضرب الاقدام:

پیر عبدالغفار کشمیری لاہوری نے ۱۳۴۹ھ میں پانچ رسائل کا مجموعہ شائع کیا تھا ان میں ایک رسالہ ”ضرب الاقدام“ بھی ہے، اس کی ابتداء میں لکھا ہے۔

رسالہ ضرب الاقدام من تصنیف زیدہ المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اس رسالہ میں شیخ محقق نے ”صلوٰۃ غوثیہ“ کا ثبوت و جواز پیش کیا ہے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء کو آسمان علم و معرفت کا نیر درخشاں احادیث نبویہ کا عظیم شارح، دین اسلام اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ اور مسلک اہل سنت کا پاسباں، دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش ہو کر دہلی کے ایک گوشے میں محو استراحت ہوا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و قدس سرہ

شیخ محقق کی دینی اور علمی خدمات

حضرت شیخ محقق نے اپنی طویل زندگی دین اسلام کے تحفظ اور اس کا پیغام عام کرنے اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے میں صرف کردی۔ دین متین کے خلاف اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کی موثر سرکوبی کی، مسلک اہل سنت و جماعت کی شاندار ترجمانی کی، اس دور میں مہدوی تحریک (اسے گمراہ فرقے کے خلاف محدث ہند علامہ طاہر پٹنی صاحب ”مجمع بحار الانوار“ نے علم حق بلند کیا تھا جس کی پاداش میں اسی فرقے کے چند افراد نے انہیں شہید کر دیا تھا، کذا فی نزہۃ الخواطر، ابو محمد) عروج پر تھی جس کا آغاز سنت کی ترویج اور بدعت کے

خاتمے سے متعلق تھا، بعد ازاں مہدویت کا تصور اس سطح تک جا پہنچا کہ دین اسلام کے قبضی عقیدے ختم نبوت سے ٹکرا گیا، اس تحریک کا بانی سید محمد جوہنوری کہتا تھا کہ ہر وہ کمال جو حضرت محمد ﷺ کو حاصل تھا مجھے بھی حاصل ہو گیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ کمالات وہاں اصلہ تھے اور یہاں تبعاً ہیں، اتباع رسول اس وجہ کو پہنچ گئی ہے کہ امتی، نبی کی مثل ہو گیا ہے۔ علامہ ابن حجر کی، حضرت علی متقی، اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اس تحریک کی شدید مخالفت کی اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کہتے ہیں۔

اگر سولہویں اور سترہویں صدی کی مختلف مذہبی تحریکوں کا بغور تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت متعین کرنا اور برقرار رکھنا تھا۔ تصور امام، عقیدہ مہدویت، نظریہ الفی (دین اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال ہے) دین الہی (اکبری فتنہ) یہ سب تحریکیں پیغمبر اسلام کے مخصوص مقام اور مرتبہ پر کسی نہ کسی طرح ضرب لگاتی تھیں۔ شیخ عبدالحق کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے اعلیٰ و ارفع مقام کی پوری طرح وضاحت کر دی اور اس سلسلہ کی ہر ہر گمراہی پر شدت سے تنقید کی۔ (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۷۲)

یہ وہ دور تھا کی علماء (سوء) بدعتوں کی سرپرستی کرتے تھے اور فسق و فجور کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، صوفیائے خام نے طریقت کو شریعت سے الگ کر کے تصوف کا حلیہ بگاڑ دیا تھا ایسے علماء اور مشائخ کی بیہودگیوں نے اکبر بادشاہ کو دین سے برگشتہ کر دیا تھا، ورنہ بقول شیخ محقق ایک وقت وہ تھا کہ:

بادشاہ اتباع شریعت اور عبادت کا پابند تھا، مشائخ کا بہت عقیدت مند تھا، ایک وقت تک خطبہ بھی خود پڑھا کرتا تھا۔ (عبدالحق محدث دہلوی، رسالہ ضرب الاقدام، مطبع نامی گرامی اسلامی، صفحہ ۲۷)

پھر ایسا برگشتہ ہوا کہ دن بدن دین سے دور ہوتا چلا گیا، بقول ملا عبد القادر بدایونی ارکان

دین اور اسلامی عقائد مثلاً نبوت، کلام، دیدارِ الہی وغیرہ کا تمسخر اڑایا جانے لگا، نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر صراحتاً اعتراضات کئے جانے لگے، کسی میں مجال نہ تھی کہ دیوان خانے میں اعلانیہ نماز ادا کرے، چار وقت سورج کی عبادت کی جاتی، ماتھے پر تشقہ لگایا جاتا، اسلامی تعلیمات کے خلاف کتے اور خنزیر کی نجاست کا حکم کا لہدم قرار دے دیا گیا اور ان کی زیارت کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔

ظاہر ہے ان حالات میں عقائد اور اعمال کے ہر گوشے میں بگاڑ کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا، شیخ محقق نے دینی تعلیمات کو فروغ دے کر اس زہر کا تریاق فراہم کیا، شیخ نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے ذریعے جہانگیر کو تاریخی خط لکھا جس کی ایک ایک سطر سے دین اور ملتِ اسلامیہ کا درد ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، اس خط میں شیخ محقق نے دنیا کی بے ثباتی، عدل و انصاف کی اہمیت، مقام نبوت اور اتباع شریعت ایسے مسائل پر کھل کر گفتگو کی تاکہ جہانگیر اپنے پیش رو کی گمراہیوں کا مرتکب نہ ہو، اس کے علاوہ شیخ نے اکبری دور کے دیگر امراء سلطنت کو بھی خطوط لکھے اور امراء کی دینی غیرت کو جوش دلایا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محقق دونوں ہم عصر بھی ہیں اور پیر بھائی بھی، تجدید اسلام، احیاء سنت اور امامت بدعت کے سلسلے میں دونوں کا ہدف ایک ہے، البتہ طریق کار دونوں کا اپنا اپنا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے، لیکن مختلف انداز میں، مجدد صاحب کے یہاں انقلابی جوش، سخت گیری اور ”برہم زن“ کی نعرے ہیں تو شیخ محدث کے یہاں بھی ماحول سے سخت نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے، مجدد صاحب کی طرح وہ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے (یہ پروفیسر صاحب کا ذاتی تجزیہ ہے جو بلا دلیل بھی ہے، راقم اسے دلائل کی روشنی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ شیخ کی کتب کو بالاستیعاب پڑھنے والا کوئی بھی شخص اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ شیخ اپنی بات کو کس طرح برملا بیان کرتے ہیں، اور شریعت کے

حوالے سے کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے، ابو محمد اویسی غفرلہ) لیکن کہتے وہی ہیں جو مجدد صاحب نے کہا ہے۔ (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، مدوۃ المصنفین، مدلی، صفحہ ۳۰۲)

دربار اکبری کے مشہور شاعر اور بے نقطہ تفسیر ”سواطع الالہام“ کے مصنف فیضی کے شیخ محقق سے گہرے تعلقات تھے، فیضی کے خطوط پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے شیخ سے کتنی عقیدت و محبت تھی؟ شیخ اگر چاہتے تو فیضی اور ابوالفضل کے ذریعے دربار اکبری میں بڑے سے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے فقر و فاقہ اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی اور ان کے فقرِ غیور نے کسی طرح گورانہ کیا کہ عظمتِ اسلام پر حرف آئے۔ فیضی جیسا علامہ اور مخلص دوست جب صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا تو اس کی فرمائش کے باوجود شیخ نے اس سے ملنا پسند نہ کیا۔

”فہرس التالیف“ میں شیخ محقق نے جس قدر عمد و تیز تبصرہ فیضی کے بارے میں کیا ہے کسی دوسرے معاصر کے بارے میں نہیں کیا، غیرتِ ایمانی کا لہوان کے قلم سے ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، فرماتے ہیں۔

فیضی اگرچہ فصاحت و بلاغت اور کلام کی پختگی میں ممتاز روزگار تھا، لیکن افسوس کہ اس نے کفر اور گمراہی کے گڑھے میں گر کر بد بختی کا نشان اپنے حالات کی پیشانی پر لگا لیا، نبی اکرم ﷺ کی ملت اور دین والوں کے لیے اس کا اور اس کی منحوس جماعت کا نام لینے سے بھی پرہیز ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے، اگر وہ مومن ہیں۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، مدوۃ المصنفین، مدلی، صفحہ ۳۳۳)

علم حدیث کی تشریح اور ترویج

علم حدیث شمالی ہند سے تقریباً ختم ہو چکا تھا جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شیخ محقق نے علومِ دینیہ خصوصاً علم حدیث کی شمع روشن کی، انہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کو

ایک مشن کے طور پر اپنایا تو ہندوستان کی فضائیں قال اللہ، قال الرسول کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔

حضرت شیخ محقق کی تصانیف کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے، ان کے خاندان کی حدیثی خدمات کا مختصر تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ نورالحق بن شیخ محقق (متوفی ۹ شوال ۱۰۷۳ھ) نے چھ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح ”تیسیر القاری“ کے نام سے فارسی میں لکھی، انداز وہی ہے جو شیخ محقق کا ”امعة المعانی“ میں ہے، ”شرح شمائل ترمذی“ لکھی جس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

شیخ نورالحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ نے شمائل ترمذی کی شرح ”اشرف الوسائل“ کے نام سے لکھی، شیخ نورالحق کے دوسرے پوتے شیخ محبت اللہ نے صحیح مسلم کی شرح ”مع العلم“ کے نام سے لکھی، شیخ محبت اللہ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدین نے ”حسن حصین“ کی شرح، فارسی میں لکھی، حافظ محمد فخر الدین کے صاحبزادے شیخ الاسلام محمد، دہلی میں صدر الصور کے عہد پر فائز رہے، انہوں نے بخاری شریف کی شرح چھ جلدوں میں لکھی جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام محمد کے صاحبزادے شیخ سلام اللہ نے مؤطا امام مالک کی شرح ”شرح محلّی بجل اسرار المؤمنین“ دو جلدوں میں لکھی، اس کے علاوہ ”شرح شمائل ترمذی“ لکھی، شیخ سلام اللہ کے صاحبزادے شیخ محمد سالم نے ”رسالہ نور الایمان“ اور ”رسالہ اصول الایمان“ لکھا۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، مدوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۶۳، ۲۵۸)

غرض یہ کہ شیخ محقق اور ان کے خاندان نے علوم دینیہ اور حدیث شریف کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند تدریس بچھائی اس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا، انہوں نے اس تنگ وتاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے، درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہو گیا، علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل، گجرات (شیخ ابن حجر کی کے جلیل القدر شاگرد شیخ علامہ طاہر مٹھی، صاحب ”مجمع بحار الانوار“ گجرات کے رہنے والے تھے، اور علم حدیث کی ہند میں اولین شمع روشن کرنے والوں میں سے ایک ہیں، غالباً اسی جانب اشارہ ہے، ابو محمد) سے منتقل ہو کر دہلی آ گیا، گیارہویں صدی کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں، ان کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے، یہ سب شیخ عبدالحق کا اثر تھا۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۴۳)

☆ شیخ محقق کی دینی خدمات کے بارے میں چند تاثرات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ سید غلام علی آزاد بگرامی نے شیخ محقق کے تذکرے کا آغاز ان کلمات سے کیا ہے:

”وہ صوری اور معنوی کمال کے جامع اور جمال نبوی کے عاشق صادق تھے، انہیں شہرت کا عظیم حصہ ملا، مورخین میں سے کسی نے اجمالاً اور کسی نے تفصیلاً ان کا تذکرہ کیا ہے، دہلی میں واقع ان کے مزار کے گنبد میں ایک پتھر پر ان کے مختصر حالات فارسی میں لکھے گئے، میں ان کا عربی میں ترجمہ کر رہا ہوں۔“

(علامہ سید غلام علی آزاد بگرامی، سبۃ المرجان فی آثار ہندوستان، حیدرآباد، دکن، صفحہ ۵۲)

مولوی فقیر محمد جہلمی، علامہ غلام علی آزاد بگرامی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

باون ۵۲ سال کی عمر میں ظاہر و باطن کی جمعیت سے ملکنت (قدرت) حاصل کر کے تکمیل

فرزندان و طالبان میں مشغول ہوئے اور نشر علوم خصوصاً علم حدیث شریف میں ایسی طرز سے جو ولایت عجم میں کسی کو علمائے متقدمین و متاخرین سے حاصل نہ ہوا تھا، ممتاز و مستثنیٰ ہوئے اور فنون علمیہ خصوصاً فن حدیث میں کتب معتبرہ تصنیف کیں جن پر علمائے زمانہ فخر کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل جانتے ہیں اور اہل دانش، خواص و عوام دل و جان سے ان کے خریدار ہیں۔

(فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، صفحہ ۴۳۰)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

ہندوستان جب سے فتح ہوا اس میں علم حدیث نہیں تھا، بلکہ کبریت احمر کی طرح کمیاب تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے بعض علماء مثلاً شیخ عبدالحق ترک دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اور ان جیسے دوسرے علماء پر اس علم کا فیضان کیا، شیخ وہ پہلے عالم ہیں جو ہند میں علم حدیث لائے اور یہاں کے لوگوں کو بہترین انداز میں یہ علم سکھایا، پھر یہ منصب ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے سنبھالا۔

(صدیق حسن خاں بھوپالی، المخط، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

شیخ محقق کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ کی تمام تصانیف علماء کے نزدیک مقبول اور محبوب ہیں، علماء ان کو شوق سے پڑھتے ہیں اور واقعی وہ اس لائق ہیں، ان کی عبارات میں قوت، فصاحت اور سلاست ہے، کان انہیں محبوب رکھتے ہیں اور دل لطف و انداز ہوتے ہیں۔

(صدیق حسن خاں بھوپالی، المخط، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۱۴)

مولوی فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

آپ کی فضیلت اور عقیدہ حدیث (یعنی علوم حدیث کی مہارت) میں کوئی موافق و مخالف شک نہیں کر سکتا، مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ انصاف سے اندھا کر دے یا تعصب کی پی آنکھوں پر باندھ دے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا (فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، صفحہ ۴۳۰)

نوٹ: استاد العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مضمون ختم ہوا، یہ مضمون ہم نے آپ کی کتاب ”نور نور چہرے“ سے لیا ہے نیز ”اشعة اللمعات“ جلد ۵ کے آغاز میں بھی موجود ہے، اب ہم ذیل میں شیخ محقق کی کچھ مزید تصانیف کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں۔

شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف

- (1) اشعة اللمعات شرح مشکوة (فارسی)
- (2) لمعات التنقیح فی مشکوة المصابیح (عربی)
- (3) شرح سفر السعادة (فارسی)
- (4) مدارج النبوة و مراتب الفتوة (فارسی)
- (5) اخبار الاعخبار (فارسی)
- (6) جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی)
- (7) زبدة الاسرار (عربی)
- (8) زبدة الآثار (فارسی)
- (9) تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان (فارسی)
- (10) شرح فتوح الغیب (فارسی)
- (11) مائت من السنة فی ایام السنة (عربی)
- (12) جامع البرکات منتخب شرح مشکوة (عربی)
- (13) آداب الصالحین (فارسی)
- (14) کتاب المکاتیب والرسائل (فارسی) (68 رسائل کا مجموعہ)
- (15) کشف الالتباس فی استحباب اللباس (فارسی)
- (16) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف (عربی)

- (17) ترجمہ مشکوٰۃ الانوار (فارسی)
- (18) ہدیۃ الناسک الی طریق المناسک (فارسی) مناسک حج و آداب زیارت
- (19) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ (عربی)
- (20) ترجمہ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین (فارسی)
- (21) جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین (فارسی)
- (22) ترجمہ مکتوب النبی الاجل فی تعزیه ولد معاذ بن جبل (فارسی)
- (23) رسالہ اقسام الحدیث (عربی)
- (25) مجمع البحرین فی الجمع بین الطریقین (فارسی)
- (26) ترجمہ کتاب غنیۃ الطالبین (فارسی)
- (27) شرح الصدور بتفسیر آیۃ النور (عربی و فارسی)
- (28) التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی (عربی)
- (29) تحصیل الفوائد والبرکات بتفسیر سورۃ والعیات (فارسی)
- (30) شرح شمسہ (عربی)
- (31) حاشیہ الفوائد الضیائیہ المعروف شرح ملاحامی (عربی)
- (32) الدر الغرید فی بیان قواعد التجوید (عربی)
- (33) شرح القصیدۃ الجزریہ (عربی)
- (34) نظم آداب المطالعة والمناظرۃ (فارسی)
- (35) تاریخ سلاطین ہند، یا تاریخ حقن یا ذکر ملوک (فارسی)

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے، تو شیخ الاسلام کے علمی تجربے کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:

”یک چراغ ست دریں خانہ کہ ازہر تو آں ہر کھامی نگری انہنے
ساختہ اند“

حضرت شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے قلم و قرطاس سے بلاشبہ دین اسلام کی وہ بے مثال خدمت کی ہے جس کی نظیر صدیوں میں کہیں ملتی ہے آپ کی تصانیف مختلف علمی و فکری و اصلاحی موضوعات پر مشتمل ہیں بعض سیرت نگاروں نے انتہائی کدوکاش کے بعد 30 علوم و فنون پر آپ کی تصانیف شمار کی ہیں، لیکن راقم الحروف اس سے قطعاً متفق نہیں کیونکہ حضرت شیخ کی فقط موجودہ کتب کو پڑھنے کے بعد صاحب علم اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت شیخ کس طرح متانت و سنجیدگی کے ساتھ بے شمار علوم و فنون کے مسائل و قواعد کے متعلق گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف کے شمار میں مورخین نے مختلف تعداد بیان کی ہیں جن میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، بعض مورخین نے آپ کی تصانیف کی کل تعداد 60 بتائی ہے بعض نے 100 اور بعض 116 بیان کی ہے، اس اختلاف کی بنیادی وجہ آپ کے رسائل کا تعین ہے بعض مورخین آپ کے رسائل کو جس کا مجموعہ ”کتاب المکاتب والرسائل“ ہے ایک ہی کتاب مانتے ہیں، حالانکہ اس میں تقریباً 68 رسائل موجود ہیں اور بعض مورخین ہر رسالہ کو علیحدہ کتاب مانتے ہیں، لہذا اسی وجہ سے تعداد کتب میں مورخین کی آراء مختلف ہیں۔

حضرت شیخ کے تمام رسائل کو علیحدہ علیحدہ کتاب تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بقیہ کتب کو شمار کر کے مورخین نے انتہائی تعداد 134 بتائی ہے، اس میں ”کتاب المکاتب والرسائل“ کے علاوہ دیگر رسائل کتب کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ بہر حال فی الوقت یہ تعداد نہایت معتبر و مستند ہے اور اگرچہ حضرات شیخ کی تصانیف 134 سے متجاوز ہیں لیکن ان بقیہ کتب کا سراغ کہیں نہیں ملتا یا تو وہ حوادث زمانہ کی نظر ہو گئیں یا پھر حضرت شیخ کے کتب خانہ میں لگنے والی آگ کی نظر۔ واللہ اعلم

میری متاع جان لٹی تھی کچھ اس طرح میں دیکھتا رہا مگر کچھ بھی نہ کر سکا

”شیخ محقق کی جن کتابوں سے اس تالیف میں عبارات نقل کی گئیں ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں“

- (1): اشعة اللمعات (فی شرح مشکوٰۃ: فارسی 4 جلدیں اردو ترجمہ 7 جلدیں)
 - (2): مدارج النبوة (فارسی 2 جلدیں، اردو ترجمہ 2 جلدیں)
 - (3): اخبار الاخيار (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (4): آداب الصالحين (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (5): تزیة الآثار (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (6): شرح سفر السعادة (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (7): شرح فتوح الغیب (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (8): تکمیل الایمان (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (9): مائت من السنة فی ایام السنة (عربی و اردو ترجمہ)
 - (10): جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (11): کشف الالتباس فی استجاب اللباس (فارسی و اردو ترجمہ)
 - (12): تحصیل التعرف فی معرفة الفقه التصوف (عربی و اردو ترجمہ)
 - (13): مرجع البحرین فی الجمع بین الطریقین (فارسی و اردو ترجمہ)
- نوٹ :** بقیہ کتب کی فہرست آخر میں ماخذ و مراجع کے تحت موجود ہے۔

شان رسالت و عظمت نبوت ﷺ

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ او است
 اگر بہ او ز سیدی تمام بویستی است
 حضرت شیخ الاسلام علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری

دور الحاد میں جب کہ شان رسالت ﷺ کی بے حرمتی کی جارہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں، شیخ نے ایسے وقت میں لوگوں کو مقام رسالت سے روشناس کرایا اور سرورِ دو عالم ﷺ کے آداب و خصائص، اختیارات و تصرفات اور ان کی عظمتوں کو اپنی کتابوں میں پوری قوت و تحریر کے ساتھ بیان کیا جس نے گم گشتگان راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا اور اہل اسلام کو دین حق پر استقامت بخشی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و محبت شیخ کی کتب و عبارات کی ہر ہر سطر سے نمایاں ہے، آج بھی اُن کے رشحاتِ قلم کے جواہر پارے اس دورِ بے ادبی کے لئے شمع ہدایت ہیں چونکہ آج کے زمانے میں پھر طرح طرح سے حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کے متعلق نازیبا گفتگو کی جارہی ہے اور مقام رسالت و منصب نبوت کے لئے نہایت گستاخانہ کلمات کہے جا رہے ہیں اس لئے ہم اس جگہ ذرا تفصیلاً حضرت شیخ کی عبارات نقل کر دیتے ہیں، کہ جس طرح اکبری دور الحاد میں اُن کی انہی عبارات نے لوگوں میں شمع ہدایت روشن کیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا، آج بھی انشاء اللہ گم کردہ لوگوں کے لئے یہ کلمات و عبارات یقیناً ہدایت کا سبب ہوں گے اور ہدایت دینا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

(۱)..... جس طرح خالق موجودات کا شکر ادا کرنا انسان کی طاقت و امکان سے باہر ہے اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ کی ”مدح و ثناء“ تشریح و زیادتی سے بالاتر ہے جو کچھ حدِ احدیت کے علاوہ متعین ہے ذاتِ محمدی اس کا بیان اور جو صفاتِ مبہم ذاتِ احدیت میں ہیں، ذاتِ محمدی اُن کے لئے باعثِ ظہور ہے غرض کہ جتنے بھی علوی یا سفلی انوار ہیں سب آپ کے پر تو نور سے ظہور پذیر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ حق کی صفات کا ادراک و عرفان اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک حضور نبی کریم ﷺ کی کنہ ذات سے واقفیت نہ ہو۔

حق را بچشم اگر چه ندیدند لیکش
 ادیدن جمال محمد شناختند
 او را بچشم دید و شناختند زان
 کز صورتش غشاوة معینش با خند

(2)..... اخبار الاخیار کے مقدمہ میں حضرت شیخ نے نہایت خوبصورت انداز و الفاظ میں مقام رسالت و نبوت اور شانِ رفعت و عظمت کا بیان کیا ہے، اب شیخ کی والہانہ عقیدت و محبت، اور اکرام و جلال کے موتی بلیغ انداز میں یکجا ملاحظہ فرمائیں، چونکہ اصل لطفِ کلام فارسی عبارت میں ہے لہذا ہم فارسی عبارت مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

در اوّل باعثِ خلقت عالم است و در آخر واسطہ ہدایت بنی آدم ،
 در باطن مرہی ارواح و در ظاہر متمم اشباح ، کاسر ارکان ادیان و دُول ،
 ناسخ احکام ملل و نحل ، فص خاتم وجود ، نقش معرفت و شہود ، مقصود
 معتکفان مقصورۃ افلاک ، مقصد سالکان مطمورۃ خاک ، متمم مکارم اخلاق
 مکمل کاملان آفاق ، حاجز منزلیں و وجود و عدم ، برزخ بحرین حدوث و قدم
 ، جامع نسخہ امکان و وجوب ، موجب رابطۃ طالب و مطلوب ، عزیز مصر
 صمدیت ، مَلِک مملکتِ احدیت ، مظهر حقیقتِ فردانیت ، مظهر صورتِ
 رحمانیت ، سرّ مکتوم غیبِ لاهوت ، طلسم معلوم کنج جبروت ، مروح
 ارواح ملکوتیہ ، مزین اشباح ناسوتیہ ، ہدایتِ خطّ ولایت ، نہایتِ دائرۃ
 نبوت ، مظهرِ اتم ، رحمتِ اعم ، عقلِ اوّل ، ترجمانِ ازل ، نورِ انوار ، سرّ
 اسرار ، ہادی سُبُل ، سید رُسل ، نور اَسنی ، سرّ ابھی ، حبیبِ اعلیٰ ، صفی
 اصفی ، محمد مصطفی ﷺ ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ ابتداء میں تخلیق کائنات کا سبب اور آخر میں بنی آدم کی ہدایت کا وسیلہ ہیں، باطن میں تربیت کنندہ ارواح، اور ظاہر میں تکمیل کنندہ اجسام، ارکانِ مذاہب کو گرانے والے، ادیانِ سابقہ کو منسوخ کرنے والے، انگشتری و جود کا نگینہ اور نگینہ معرفت و شہود کا نقش ہیں، تصورِ اخلاق کا مقصود، سالکین اہل زمین کا مطلوب، مکارمِ اخلاق کے تکمیل کرنے والے، کاملوں کو درجہ کمال تک پہنچانے والے، وجود و عدم کی منزلوں کے

مابین واسطہ، حدوث و قدم کے سمندروں کے مابین سنگم، امکان و وجوب کے جامع، طالب و مطلوب میں واسطہ، مملکتِ صمدیت کے عزیز، اور حکومتِ الہی کے بادشاہ، حقیقتِ خلوت کے مظہر، صورتِ رحمانیت کا جلوہ، عالمِ لاہوت کے سر بستہ راز، خزانہٴ جبروت سے واقف، ارواحِ ملکوتیہ کو تروتازگی بخشنے والے، اجسامِ ناسوت کو رونق دینے والے، ولایت کے رہنما، دائرہٴ نبوت کی انتہا، مظہرِ کامل، رحمتِ عالم، عقلِ اول، ترجمانِ ازل، نورِ الانوار، سرِ اسرار، تمام انسانیت کے لئے ہدایت، تمام رسولوں کے سردار، روشن نور، سر بستہ راز، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب، سب سے زیادہ برگزیدہ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَتَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

(مقدمہ اخبار الاخیار فارسی، صفحہ 4، اردو، صفحہ 22)

(3) هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (وہی ذاتِ اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے) یہ کلماتِ اعجازِ خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور ﷺ کی نعت و صفت کو بھی متضمن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے یہ نام و صفات رکھے اور وحیِ مملوہ و غیر مملوہ (قرآن و حدیث) میں کتنے اسماءِ حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے حبیب ﷺ کو بھی ان سے موسوم فرمایا اور ان کے جمال و کمال کا زیور بنایا۔

اگرچہ حضور ﷺ تمام صفات و اسماءِ الہی سے متصف ہیں پھر بھی بعض اسماء و صفات سے خاص طور پر نامزد و مشہور ہیں، جیسے نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مبہمن، ولی، باری، رؤف، رحیم وغیرہ اور یہ چاروں نام اول، آخر، ظاہر، باطن بھی اس قبیل سے ہیں۔ (مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 1)

(4) حضور نبی کریم ﷺ کے ابارے میں اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت اور اس کی صفات کے علاوہ ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے تمام بشری فضائل و کمالات سے آپ ﷺ موصوف ہیں، اور ہر خوبی و کمال آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں راسخ و کامل طور پر موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 202)

اسی مطلب کو حضرت شیخ محقق اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

ثنايش گو و لے چوں نسبت ایفایش ز تو ممکن

بایں يك بیت مدحش را علی الاجمال اکفاکن

مخوان او را خدا از بهر امرِ شرع و حفظِ دین

دیگر هر وصف کش میخواهی اندر مدحش املاکن

(اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 322، اردو، صفحہ 627)

(5)..... معلوم ہونا چاہئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و خصائص جن کے ساتھ آپ انبیاء سابقین سے ممتاز ہیں اور جو ظاہر و باطن میں آپ ﷺ ہی کی ذات کے لئے خاص ہیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لئے کوئی حد و شمار نہیں ہے۔

(احمد الممعات، کتاب الطہارۃ، ج 1، صفحہ 712)

(6)..... تمام مخلوقات میں بے مثل ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے میں فردِ کامل اور واحد ذات ہیں، اسمائے واجب تعالیٰ سے علی الاطلاق موصوف ہونے والے بھی آپ ﷺ ہی ہیں، کوئی بھی ہستی آپ ﷺ کی مثل اور نظیر نہیں ہے۔

مَنْزَہٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَابِبِهِ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

(احمد الممعات، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، ج 3، صفحہ 480)

(7)..... ”مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی اور سعادت کی راہنمائی کا سبب بنا کر بھیجا“ یہ رحمت کی تفسیر ہے اور یہ معنوی اور روحانی رحمت کا بیان ہے، صوری اور جسمانی رحمت بھی آپ ﷺ کے وجود شریف کے طفیل تمام مخلوقات کو یہاں تک کہ کافروں کو بھی شامل ہے، جیسے زمین میں جنس جانے، شکلوں کے مسخ ہونے اور غرق ہونے سے محفوظ و مامون رہنا، جب کہ پہلی امتیں اس قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئیں۔

بلکہ آپ ﷺ تمام جہان کے سب اجزاء و ارکان کے لئے رحمت ہیں، جیسے مٹی کا پاک کرنے والی ہونا، بدنوں اور کپڑوں سے نجاست دور کرنے والی ہونا، (تمام زمین کا) مسجد ہونا، ہلاکت و عذاب کا سبب نہ ہونا، ہوا کا دین اور اہل دین کی امداد کا سبب ہونا، صدقات جو فقراء و مساکین کی منفعت اور بھلائی کا سامان ہیں آگ کا انہیں نہ جلانا، شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمانوں کے قریب جایا کرتے تھے آسمانوں کو ان کی نجاست سے پاک کر دیا گیا خصوصاً معراج کے وقت تمام عالم بالا آپ ﷺ کے نور اور برکتوں سے منور و مشرف ہوا۔

(ایضاً الممعات، کتاب القصاص، باب بیان الخمر و عید شار بھا، ج، 4، صفحہ، 723)

(8)..... حضور نبی کریم ﷺ کے آداب مد نظر رکھنے میں یہ قاعدہ و اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقام الوہیت اور اس کی قدسی صفات و خصائص کو چھوڑ کر باقی جملہ کمالات و خوبیاں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ثابت شدہ ہیں۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 457)

(9)..... شاہ رسل، شفیع امم، خواجہ دوکون نور ہدی، حبیب خدا، سید انام ﷺ
ترجمہ: رسولوں کے بادشاہ، امتوں کے شفاعتی، دونوں جہان کے سردار، نور ہدایت، اللہ تعالیٰ کے محبوب، مخلوق کے سردار۔

مقصود ذات اوست دیگر باہم طفیل
منظور نور اوست دیگر جنگلی ظلام
ترجمہ: آپ ﷺ کی ذات اقدس مقصودِ اصلی، باقی سب طفیلی ہیں، آپ ﷺ کا نور ہی چمکنے والا ہے باقی سب تاریکی ہے۔

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم ہر نصحی کہ داشت خدا شد برو تمام
ترجمہ: جو بھی بلند مرتبہ ممکن ہو آپ اس پر فائز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں

وہ آپ پر تمام ہیں۔ (مقدمہ اخبار الاخبار فارسی، صفحہ، 4، اردو، صفحہ، 22، 23)

(10) رسول کریم نبی نبیہ رفیع شفیع عزیز وجیہ

ترجمہ: رسول ہیں، کریم ہیں، نبی ہیں، عاقلِ کامل، بلند مرتبہ، شفاعت کرنے والے، باعزت ووجاہت ہیں۔

بشیر نذیر سراج منیر رحیم فخیم عظیم خطیر

ترجمہ: بشارت دینے والے، ڈرانے والے، روشن چراغ، رحم کرنے والے، بلند مرتبہ، صاحبِ عظمت، عظیم المرتبت ہیں۔

رضی وصی تقی نقی سخی بھی علی غنی

ترجمہ: پسندیدہ، نصیحت کرنے والے، پاک و صاف، سخاوت کرنے والے، صاحبِ جمال، بلند و بالا اور بڑے غنی ہیں۔

عطوف رؤف کریم رحیم علیم رحیم سلیم کلیم

ترجمہ: مہربان، شفیق، کریم صاحب رحم، صاحب علم و رحمت، بے عیب، اللہ سے گفتگو کرنے والے ہیں۔ (مقدمہ اخبار الاخیار قاری، صفحہ 4، اردو، صفحہ 23)

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ و اولیاء ﷺ

(1)..... مذہب مختاریہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد فرمادئے ہیں آپ ﷺ (کو اختیار ہے) جو چاہیں حکم دیں، جس کے لئے چاہیں، منع فرمادیں اور جس کے لئے چاہیں تخصیص فرمادیں۔ (احمد الممعات، باب الشفقتہ والرحمۃ علی الخلق، ج 6، صفحہ 150)

(2)..... یہاں سرور عالم ﷺ نے کمال عزت و عظمت ربوبیت کے پیش نظر اپنے آپ کو حد بشریت و ضعف عبودیت پر رکھا ہے ورنہ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق، نائبِ کل ہے، آپ جو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتے ہیں اور کرتے ہیں۔

(احمد الممعات، کتاب اشراف الساعۃ، ج 6، صفحہ 434)

(3)..... اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ شرعی احکامات حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے کر دیئے گئے ہیں یعنی آپ ﷺ جو کچھ فرمائیں، وہی حکم شرعی بن جاتا ہے۔

(اشعۃ الممعات، کتاب الحج، ج 3، صفحہ 648)

(4)..... علماء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ شرع کے احکام حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے کر دیئے گئے ہیں آپ ﷺ جو چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں کوئی چیز حلال فرمادیتے ہیں اور کسی چیز کو حرام فرمادیتے ہیں، بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس گھاس (یعنی اذخر گھاس جو مدینہ میں اُگتی تھی اور لوگوں کے ضرورت کی چیز تھی) کے کاٹنے کی اجازت اپنے اجتہاد سے دی مگر پہلا مذہب (یعنی احکام شرعی میں آپ کا مختار ہونا) صحیح تر اور ظاہر و افضل ہے۔ (اشعۃ الممعات، باب حرم مکہ، ج 3، صفحہ 810)

(5)..... حضور نبی کریم ﷺ کو یہ حق حاصل ہے کہ بعض احکام (کچھ) اشخاص کے لئے خاص کر دیں، کیونکہ جملہ احکام قول صحیح کے مطابق آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔

(اشعۃ الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 686)

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہان دے دیئے قبضہ و اختیار میں

(6)..... حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں شیخ ارشاد فرماتے ہیں۔

اطلاق سوال کہ فرمایا (حضور ﷺ نے) ”مانگ“ اور کسی مطلوب خاص کی (اس کلمہ ”مانگ“ میں) تخصیص نہ کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ ﷺ کے دستِ ہمت و عزت کے قبضہ میں ہیں اور آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں، دنیا و آخرت کی نعمتیں آپ کے جو دو سخا کا ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے علوم آپ کے علم میں سے (کچھ حصہ) ہیں۔ (اشعۃ الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 247)

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں

دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

(7)..... صحیح اور مختار مذہب یوں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو احکام تفویض فرمائیں آپ ﷺ جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں، ایک فعل ایک کے حق میں حرام قرار دے دیں اور دوسرے کے حق میں وہی فعل مباح فرمادیں، ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ حق کی اتباع کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

(مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 260 و مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 343)

(8)..... بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یہ دعا ہے تو انہیں کے ہاتھ میں تصرف و تمکن ہے اور تدبیر کار اور زمام اختیار آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وکیل اور سفیر ہیں۔ (مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 328)

(9)..... ”اخبار الاخیار“ میں شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

انہیں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو) جنت کا وارث بنا دیا ہے، اب ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں جنت میں آنے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں، وہ دنیا و آخرت کے بادشاہ ہیں اور انہی کے لئے دنیا، جنت اور مشاہدات ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ، 216، اردو، صفحہ، 456)

(10)..... آپ ﷺ کے لئے مباح تھا کہ فتح سے قبل ہی زمین کو تقسیم فرمادیں، کیونکہ مالک الملک نے تمام اراضی اور ممالک کا آپ ﷺ کو مالک بنا دیا تھا۔

امام غزالی نے فرمایا کہ آپ ﷺ تو جنت کی زمین کو تقسیم فرمانے والے ہیں پھر دنیاوی زمین کی تقسیم کرنے والے تو بطریق اولیٰ ہوں گے۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 186)

(11)..... حضور نبی کریم ﷺ تمام ارواح کے ”ابوالارواح“ معدن انوار اور منشائے موجودات ہیں، اس وجہ سے تمام ارواح بمنزلہ جسم کے ہیں اور رسول اللہ ﷺ جان ہیں، آپ

ﷺ کو تمام ارواح سے وہی تعلق ہے جو جان کو جسم سے ہوتا ہے، نیز آقائے کائنات ﷺ کو روح علوی، تمام موجودات اور ان کے باہمی تعلقات پر کامل قبضہ و تصرف اور اختیار و اقتدار حاصل

ہے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 255، اردو، صفحہ 519)

شیخ الاسلام شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ دلائل و سابقہ عبارات سے حضور نبی کریم ﷺ کے اختیارات کا ثبوت نہایت روشن طریقہ سے واضح ہو گیا، حضرت شیخ محقق نے جہاں آپ ﷺ کا مختار ہونا ثابت فرمایا ہے وہیں آپ ﷺ کے طفیل آپ کے محبوبوں یعنی ”اولیاء اللہ“ کے بھی بعض اختیارات کو بیان کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مسلک و عقیدہ نا صرف آپ ﷺ کے ”مختار کل“ ہونے کا ہے بلکہ آپ ﷺ کے صدقے و طفیل سے اولیاء اللہ کے لئے بھی اختیارات ثابت فرما کر اپنے عقیدہ کا بانگ ڈھل اعلان فرمایا ہے، چنانچہ شیخ لکھتے ہیں:

(12)..... شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قطب وقت کے اوصاف دریافت کے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ”قطب تمام امور وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اور کون و مکان کے تمام امور کا اختیار اسے دے دیا جاتا ہے“۔ (زبدۃ الآثار، صفحہ 38)

(13)..... یہاں حدیث میں لفظ ”ولی“ آیا ہے جو ”ولایت“ سے نکلا ہے، ولایت کا معنی محبت کرنا اور مدد کرنا، کام کسی کے سپرد کرنا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نظام کائنات کے بہت سے کام اپنے ولیوں کے سپرد کرتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الذکر، ج 3، صفحہ 402)

علم غیب انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ

حضرت شیخ الاسلام سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب متفرقہ میں کئی مقامات پر علم غیب مصطفیٰ ﷺ اور علم انبیاء کرام و اولیاء عظام کو ثابت کیا ہے، ہم ذیل میں ان عبارات کے تراجم زیب قرطاس کر رہے ہیں۔

(1)..... مگر ظاہر یہ ہے کہ سرورِ انبیاء و خلاصہ اہلِ اصطفااء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم، جمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ ﷺ کو تو اولین و آخرین کے علوم عطا کر دیئے گئے ہیں اور اشیاء کی حقیقتیں جیسی کے وہ ہیں آپ ﷺ کو دکھا دی گئیں ہیں۔

(احمد الممعات، کتاب الایمان، باب الایمان علی التقدر، ج، 1، صفحہ، 322)

(2) حدیث کے جزء ”فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ“ کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ تمام کلی و جزوی علوم اور ان کے احاطہ سے عبارت ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کو تمام کلی و جزوی علوم عطا کر دیئے گئے اور آپ ﷺ کا علم تمام کو محیط ہو گیا۔

(احمد الممعات، کتاب الصلوٰۃ، باب الساجد وموضع الصلوٰۃ، ج، 2، صفحہ، 122)

(3)..... حضور نبی کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا کیا گیا تھا۔

(احمد الممعات، کتاب الجہاد، باب الصلح، ج، 5، صفحہ، 330)

(4)..... مغیبات خمسہ کے علم کے متعلق شیخ فرماتے ہیں:

اور نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الہی محض عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا اور یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے سے بتا دے تو یہ امر دیگر جائز ہے۔

(احمد الممعات، کتاب الایمان، فصل اول، ج، 1، صفحہ، 210)

(5)..... وَهُوَ كَلِّمٌ شَيْءٍ عَلَيْهِ (وہ ہر شے کا جاننے والا ہے) اور حضور نبی کریم ﷺ کو تمام

شیوناتِ الہی، احکام، صفاتِ حق، تمام اسماء و افعال، آثار اور جملہ علوم ظاہر و باطن اول و آخر کو جانتے ہیں، اور ان پر محیط ہیں جو اس کے مصداق ہیں، فوق کل شیء علم علیہ۔

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ أَفْضَلُهَا وَبَيْنَ التَّحِيَّاتِ الْكَلِمَاتُ

(مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 2)

(6)..... اور جو کوئی ابتداء سے آخر تک آپ ﷺ کے احوال شریف کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کیا تعلیم فرمایا ہے، اور آپ ﷺ پر ”ماکان وما یکون“ کے علوم و اسرار کا افاضہ کیا ہے، بغیر کسی وہم و گمان اور شک و شبہ آپ ﷺ کی نبوت کی شان کے متعلق جان لے گا اور حضور ﷺ کی اسی فضیلت کامل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
 وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 54)

(7)..... آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر فجرِ اولیٰ تک یعنی قیامت کے دن تک دنیا میں جو کچھ ہے، وہ سب کچھ آپ ﷺ پر ظاہر کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کو سب اگلوں اور پچھلوں کے حالات کا علم دے دیا گیا، ان میں سے کچھ لوگوں کے حالات آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے بیان بھی فرمائے ہیں۔

(مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 226)

(8)..... اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے مابین رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے اولین و آخرین سب کا علم عطا ہوا اور مختلف علوم سکھائے گئے ان میں ایک علم وہ تھا جس کے متعلق مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے ظاہر نہ کروں ہر آدمی کو اس کی تاب نہیں ہے سوائے میرے، اور ایک وہ علم تھا جس کے متعلق مجھے مختار بنا دیا گیا ظاہر کروں یا چھپاؤں، اور ایک وہ علم دیا گیا جس کے لئے ہر خاص و عام کو بتانے کا کہا گیا۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 260)

(9) اطفال مشرکین کے متعلق شیخ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان آپ ﷺ ان کی حقیقتِ حال سے آگاہ تو تھے مگر کسی مصلحت کے تحت آپ کو اس کے اظہار و انکشاف کی خدا تعالیٰ سے اجازت نہ تھی (انہیں باتوں میں سے مغیبات خمسہ کا علم بھی مراد لیا جا

سکتا ہے یعنی مغیبات خمسہ کا علم تو تھا مگر مصلحتاً علی العموم بیان نہ فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 350)

(10)..... یہودی اپنے دلوں میں دس سوال لے کر آئے تھے نو تو انہوں نے ظاہر کر

دیئے، دسواں سوال جو ان سے متعلق اور ان کے ساتھ خاص تھا دل میں چھپائے رکھا، حضور نبی

کریم ﷺ نے نو سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور دسواں حکم جو انہوں نے دلوں میں

چھپائے رکھا تھا الگ کر کے بیان فرما دیا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 294)

(11) شیخ جزء حدیث ”أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ“ کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجھے اس عمل سے کوئی سروکار نہیں اور میری اس طرف کوئی توجہ و التفات نہیں، اگرچہ

حضور نبی کریم ﷺ تمام انسانوں سے دنیوی و آخروی ہر کام کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 432)

(12)..... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم ﷺ کا راز دان کہتے ہیں آپ کو منافقین کا علم

تھا، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور فتنے

بیان کر دیئے تھے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 527)

(13)..... عرش پر سے ایک قطرہ میرے نزدیک ہوا، اور میری زبان پر گرا، پس میں نے

اسے اس طرح چکھا کہ اس سے شیریں تر کبھی کوئی چیز کسی نے بھی نہ چکھی، اور مجھے اولین

و آخرین کی خبریں حاصل ہو گئیں، میرا دل روشن ہو گیا، عرش کے نور نے مجھے ڈھانپ لیا، پس ہر

چیز کو میں نے جان لیا اور مجھے پیچھے سے بھی اس طرح نظر آنے لگا جس طرح کے سامنے سے

دکھائی دیتا ہے۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 261)

(14)..... حضور نبی کریم ﷺ نے غیب کے اسرار و رموز کی خبریں ہر لحاظ سے دیں اور حضور

نبی کریم ﷺ پر منافقوں کے سب اسرار اور مسلمانوں کے سب واقعات جو آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں اور آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد پیش آئے منکشف اور ظاہر تھے۔

(مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 326)

(15)..... اللہ تعالیٰ کے قول ”قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

ذات ہی روح کی حقیقت کا علم رکھتی ہے دوسرے کسی کو اس کی حقیقت کی معرفت تک پہنچ نہیں ہے، اور حق یہ ہے کہ آیت میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی ماہیت روح پر مطلع نہ کیا ہو بلکہ آیت میں یہ احتمال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو مطلع فرمایا ہوگا اور یہ حکم دیا ہوگا کہ یہ نہ بتائیں، بعض علماء نے قیامت کے علم کے بارے میں بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(یعنی قیامت کا علم تھا لیکن بتانے کی اجازت نہ تھی)۔ (مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 58)

(16)..... بندہ مسکین (شیخ عبدالحق) غَصَّهُ اللَّهُ تَعَالَى بِبُودِ الْعِلْمِ وَالْيَقِينِ کہتا ہے کہ

کوئی مومن عارف کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حقیقت روح کے متعلق سید المرسلین امام العارفین ﷺ کے علم کی نفی کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی ذات و صفات کا علم عطا فرمایا ہے، اور تمام اولین و آخرین کے علوم کا دروازہ کھول دیا ہے، تو روح انسانی کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے یہ تو اس کی جامع حقیقت کے مقابل ایک قطرہ ہے، دریا میں سے ایک کوزہ ہے۔

(مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 59)

(17)..... لیکن یہ بھی تو امر بعید نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو صنعت و طریق کتابت بھی عطا

فرمائے گئے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر شے کا علم عطا فرمایا ہے۔

(مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 301)

(18)..... حدیث ”وَاللَّهِ لَا أُدْرِى وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ“ کی

وضاحت میں شیخ فرماتے ہیں:

اس فرمان کا ظاہر بتا رہا ہے کہ انجام مبہم ہے کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا؟ لیکن یہ بات حضرات انبیاء و رسل خصوصاً سید المرسلین صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ کے حوالے سے منفی ہے، کیونکہ دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے کہ ان ذوات کو اپنی حسن عاقبت کا یقین ہوتا ہے۔ نیز مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ (ما یفعل ہی ولا یفعل) کنایہ ہے از راہ ادب علم غیب کی تصریح نہ کرنے سے، کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

(احمد الممعات، باب البرکاء والخوف، ج 6، صفحہ 350)

(19)..... حدیث ”خلافت معاویہ“ کے ذیل میں شیخ ارشاد فرماتے ہیں:

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ کلمہ **إِن** اس جگہ جزم کے معنی میں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کو یقیناً معلوم تھا اور آپ ﷺ نے واقع کے مطابق خبر دی تھی کہ یہ بات ہو کر رہے گی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے، لہذا آخر کار حکومت ان کے سپرد ہو گئی، یہاں ظن علم و یقین کے معنی میں ہے، نیز یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل اور معجزات میں سے ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے۔ (احمد الممعات، کتاب الامارۃ والقضاء، ج 4، صفحہ 770)

(20)..... حدیث ”زید بن اسلم رضی اللہ عنہ“ کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی غیب کی خبر دینے کا معجزہ دیکھا۔

(احمد الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 98)

(21)..... حدیث انس رضی اللہ عنہ جو کہ جنگ بدر سے متعلق ہے، اس کے تحت شیخ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے مرنے سے ایک دن قبل خبر دے دی کہ فلاں بد بخت کہاں مرے گا (یعنی مغیبات خمسہ میں سے موت کے علم کے بارے میں بیان فرما دیا اور اس حدیث انس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قال عمر والذی بعثہ بالحق ما اخطأ الحدود التي حدھا رسول

اللہ ﷻ اس کی قسم جس نے انھیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو نبی ﷺ نے مقرر فرمائی تھیں بالکل نہ ہٹے یعنی اسی جگہ پر مرے جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دن قبل نشاندہی کر دی تھی)۔ (احیاء الممات، کتاب المعجزات، ج، 7، صفحہ، 324)

(22)..... اس واقعہ بدر کے متعلق جو غیبی ارشادات احادیث میں آئے ہیں، ان کے تحت

شیخ لکھتے ہیں:

یہ بطریق معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی خبر کے ذریعہ مطلع فرمادیا تھا نیز مزید فرماتے ہیں۔ یہ وحی آسمانی اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونے کی وجہ سے ہے۔

(احیاء الممات، کتاب المعجزات، ج، 7، صفحہ، 257، 258)

(23)..... حدیث عمر "أَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ" کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

مبدأ ومعاد کے احوال یعنی از ابتدا تا انتہا تمام بیان فرمادیا۔

(احیاء الممات، باب بدء الخلق، ج، 7، صفحہ، 104)

(24)..... آیت "مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" (یعنی

کچھ انبیاء کے واقعات ہم نے آپ پر بیان فرمائے ہیں اور کچھ بیان نہیں کیے) کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ یہ خبر کسی خاص وقت میں ہو، اور اس کے بعد بیان فرمادئیے گئے ہوں اگرچہ

کتاب الہی کی نص میں (اس بارے میں بیان) نہ ہو۔ (تخیل الایمان، صفحہ، 76)

(25)..... شیخ محقق کی جانب منسوب قول حدیث "مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" پر حضرت شیخ

کی مکمل عبارت پیش خدمت ہے، (مخالفین فقط آدمی عبارت پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ تحریف اور

حضرت شیخ کی ذات اقدس پر بہتان عظیم ہے، نعوذ باللہ من ذالک)۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں وہی جانتا ہوں جس قدر اللہ تعالیٰ مجھے بتلاتا ہے، ابھی ابھی مجھے

میرے رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ سے الجھی ہوئی ہے، یہ بھی فرمایا، میں بشر ہوں، نہیں جانتا کہ دیوار کہ پیچھے کیا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے بتلائے بغیر میں نہیں جانتا اور بلاشبہ نماز چونکہ حضور ﷺ کے حالات میں سے سب سے افضل و ارفع حالت ہے تو اس حالت میں آپ ﷺ کو انکشاف حقائق اشیاء اور اعیان موجود پر اطلاع اتم اور اکمل ہوتی تھی۔

(احمد الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 184)

ایک تو مخالفین نے اس حوالے کو حضرت شیخ کے زمرے میں زبردستی ڈالنے کی کوشش کی اور دوسرا یہ کہ پھر حوالہ و عبارت بھی مکمل نہ لکھی تاکہ کہیں اصل حقیقت واضح نہ ہو جائے کیونکہ شیخ نے ذاتی علم غیب کی نفی کی ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، عطائی علم غیب کو تو حضرت شیخ نے ثابت فرمایا ہے۔

نیز اس حدیث مذکور کے متعلق شیخ نے ”مدارج النبوة، فارسی، ج 1، صفحہ 7“ پر صراحتاً لکھ دیا ہے، اس سخن اصلے ندارد و روایت ہذا صحیح نشدہ یعنی اس بات کی کوئی اصل نہیں اور اس کی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ فافہم

☆ ایسی تمام باتوں کے متعلق شیخ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا، ہم اسے بھی تحریر کر دیتے ہیں، حضرت شیخ ارشاد فرماتے ہیں:

یہاں پر معلوم ہونا چاہیے کہ جو ادب اور قاعدہ صوفیاء اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اسے اپنے شعور میں رکھنا اور رعایت کرنا ہی اس اشکال کے حل اور سلامتی حال کا موجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، و بدیہ، غلبہ یا کوئی بات اس قسم کی جیسا کہ آیت ”انک لاتہدی“ ”ولم یحطن عملک“ ”ولیس لک من الامر شئی“ ”تذہد زیعة الحمیوة الدنیا“ اور اس قسم کی مزید مثالیں موجود ہیں، یا پھر نبوت کی طرف سے بندگی عاجزی و احتیاج اور مسکینی ظاہر ہو جس طرح کے ”انما انا بشر مثلکم“ ”واغضب کما

یغضب العبد“ ”وما ادری ما یفعل بی ولا یکم“ ”ولا اعلم ما وراء الجدار“ وغیرہ اس طرح کے جوارشادات آئے ہیں، ہمارے لئے ضروری نہیں اور نہ ہی ہمارا مقام ہے کہ اس میں دخل و اشتراک تلاش کریں اور خوشی ظاہر کریں، بلکہ ہمارا مقام تو یہ ہے کہ ادب و خاموشی کے ساتھ اعراض ظاہر کریں، کیونکہ آقا کا اپنے بندہ پر حق ہے کہ جو چاہے کرے اور اپنی برتری اور غلبہ ظاہر کرے، اور اسی طرح بندہ بھی اپنے آقا کے آگے بندگی اور عاجزی پیش کرتا ہے دوسرا کوئی کیا طاقت رکھتا ہے کہ اس مقام میں دخل ڈھونڈے، دخل اندازی کرے اور ادب کی حد سے نکلے، یہ تو ایسا مقام ہے جہاں کمزور اور جاہل اشخاص کے پاؤں ڈگمگانے سے ان ہی کا نقصان ہوتا ہے۔ (مدارج النبوة، ج. 1، صفحہ 137، 138)

(26)..... شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی اولیاء اللہ کے لئے بھی علم غیب عطائی کا عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر آپ سیدنا غوث اعظم، قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ان الفاظوں میں تحریر کرتے ہیں:

”اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تمہیں ان چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم کھاتے ہو، پیتے ہو اور گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو، اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی (یعنی پاس شرع نہ ہوتا) تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پیالے کی خبر دیتا، غرض کے دلوں کی ہر خبر واضح کر دیتا، مگر چونکہ علم دامانِ عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی خفیہ چیزوں کو ظاہر نہیں کرتا۔“ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں ہر اس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے، میں اس چیز کی خبر رکھتا ہوں جو تمہارے باطن میں پوشیدہ ہے، میری نگاہ میں تم لوگ شیخے کی طرح صاف ہو۔“ (زبدۃ الآثار، صفحہ 77، 78 و اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 15، اردو، صفحہ 42)

(27)..... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک اور مقام پر غوث پاک کے متعلق مزید

تحریر کرتے ہیں:

”مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سر بستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الہی حوادث زمانہ میں تصرف و انقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کو صحیح کرنا، بیماروں کی شفا، طبی زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات، مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہارِ حقانیت کے طریقے پر ظاہر ہوئیں۔

(اخبار الاخیار، اردو، صفحہ 45)

علم غیب سے متعلق سابقاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مختلف کتب سے 27 حوالہ جات در ”اثبات علم غیب الیہاء اولیاء“ سے متعلق لکھے گئے ہیں، جن سے قارئین کرام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت شیخ محقق کا مسلک و عقیدہ کیا تھا، یعنی شیخ محقق بھی اسی عقیدے و مسلک پر کار بند تھے جن پر جمہور علمائے اسلام، سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہمیشہ سے عمل کرتے چلے آئے ہے۔ یہاں سے اُن لوگوں کو بھی سبق لینا چاہیے جو کہ خود کو شیخ محقق کی جانب منسوب کرتے ہیں مگر عقائد و مسلک کے معاملے میں یکسر شیخ سے مخالف و متصادم نظر آتے ہیں، انہیں چاہیے کہ یا تو اپنے عقائد و مسلک کو شیخ کے طریقہ کے مطابق درست کریں یا پھر علی الاعلان شیخ کے مسلک سے دوری کا اظہار کریں اور آئندہ شیخ کے نام و نسبت کو خود سے منسوب نہ کریں۔

حاضر و ناظر کا ثبوت

(1)..... یہ خطاب (السلام علیک ایہا النبی) اسی بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ جملہ موجودات

کے ذروں اور تمام افراد ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذوات کے درمیان حاضر و موجود ہوتے ہیں، تو نمازی کو چاہیے کہ اس معنی اور حقیقت سے آگاہ رہے اور مشاہدہ سے غافل نہ ہو، تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے متنور اور فیضاب ہو۔

(ابحہ الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج، 2، صفحہ، 258 و مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 212)

(2)..... اہل تحقیق حضرات اس طرح کہتے ہیں کہ سب ذرات و موجودات میں حقیقت محمدیہ اسرایت شدہ ہونے کی وجہ سے یہ خطاب ہے اور آپ ﷺ بندہ کے باطن میں حاضر و موجود ہیں، بندہ کی اس حالت کا انکشاف اس پر دوران نماز ہوتا ہے، اس لئے کہ حالت نماز کے دوران ہونا افضل حالات اور افضل مقامات میں ہوتا ہے۔

(رسالہ، تحصیل البرکات، قاری، صفحہ، 316، مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 540)

(3)..... آپ ﷺ کے انوار نے تمام عالم کو گھیرا ہوا ہے اور تمام عالم کو روشن کیا ہے، آپ ﷺ کے ظہور کی مثل کسی کا ظہور نہیں اور آپ ﷺ کے نور کی مثل کوئی نور نہیں، آپ ﷺ کے اسرار باطن ہیں، کسی شخص کو آپ ﷺ کے حال کی حقیقت کا ادراک نہیں، دور نزدیک کی ہر شے حضور ﷺ کے کمال و جمال کے نظارہ میں حیران ہے۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 2)

(4)..... اللہ تعالیٰ کی اسماء سے ایک اسم مبارک ”الشہید“ ہے، قاضی عیاض مالکی نے اس کے معانی ”عالم“ لکھے ہیں یعنی جاننے والا، دوسرے قول کے مطابق اس کے معانی ہیں لوگوں پر گواہ، اور حضور نبی کریم ﷺ کو ”شاہد و شہید“ فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا شَاهِدًا“ (یعنی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا) مطلب ہے جاننے والا اور امت کی حالت، اُن کی تصدیق و تکذیب اور نجات و ہلاکت کو خود حاضر ہو کر ملاحظہ فرمانے والا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 394)

(5)..... اس لفظ ”شاہد“ کی مزید تشریح ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

”شاہد“ کا لفظ جو حضور نبی کریم ﷺ کی بلندی، مقام و مرتبہ کی رفعت، عظمت شان اور حفظ ادب پر صادق آتا ہے، اور یہ کلمہ (شاہد) دلالت کرتا ہے کہ کوئی بزرگی آپ ﷺ کی بزرگی کے برابر نہیں ہے اور نہ کوئی قدر آپ ﷺ کی قدر کے برابر ہے، اور بڑی عظیم قدرت و منزلت ہوتی ہے جس کی ”مدح و ثنا“ رب العالمین اور مالک عرش عظیم فرماتا ہے۔

(مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 98)

(6)..... مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي حَقِّ هَذَا الرَّجُلِ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ سے حضور نبی کریم ﷺ

کی ذات مراد ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی طرف لفظ ”ہذا“ سے اشارہ کرنا آپ ﷺ کے غائب ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے مشہود ہونے اور ہمارے ذہنوں میں آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، یا آپ ﷺ کی ذات مبارک کو قبر میں مثال کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے، تاکہ آپ ﷺ کے جمال جانفزا کے مشاہدے سے اس کی گھبراہٹ و وہشت کے مشکل عقدے کو کھولا جائے۔ (اشعۃ الممعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 396)

(7)..... حضور نبی کریم ﷺ کے لئے زمیں کو لپیٹ کر کھینچ لیا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کے

مشارق و مغارب کو دیکھ لیں، اور ان دو اشخاص میں بڑا فرق ہوتا ہے، جن میں سے ایک تو خود کوشش کر کے زمین کی طرف جاتا ہے اور دوسرے کی طرف خود زمین کوشش کر کے آتی ہے۔

(مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 181)

(8)..... حضور ﷺ کو وصال شریف کے بعد دیکھنا یہ مثالی طور پر ہے جس طرح کہ عالم

خواب میں ہوتا ہے اور اسی طرح بیداری میں بھی زیارت ہو سکتی ہے اور آپ ﷺ کا جو جسم مقدس مدینہ شریف میں قبر انور میں ہے وہی وجود مبارک متماثل ہوتا ہے، اور مختلف اور متعدد صورتوں میں ایک آن (وقت) میں متعدد مقامات پر عوام خواب کے دوران اور خواص بیداری میں زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ (مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 208)

(9)..... پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نظروں کے سامنے کر دیا حتیٰ کہ جو کچھ وہ مجھ

سے پوچھتے تھے میں جواب دیتا تھا، علماء اس بارے میں دو احتمال بیان کرتے ہیں یا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا جیسا کہ تختِ بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے قبل سلیمان علیہ السلام کے سامنے لایا گیا یا پھر اس کی تمثیل حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی جیسا کہ نماز میں بہشت و دوزخ کو متماثل کیا گیا تھا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ درمیان میں سے پردہ اٹھا دیا گیا اور بیت المقدس جہاں وہ ہے وہیں سے اسے ملاحظہ فرمایا۔ (اگر بیت المقدس کے مابین پردے اٹھائے جاسکتے ہیں تو امتی کے مابین حائل پردے اگر حضور ﷺ کے لیے اٹھا دیے جائیں اور آپ براہ راست امتی کو ملاحظہ فرمائیں تو کونسی تعجب کی بات ہے)۔ (مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 264)

(10)..... آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں، خدا کی قسم اس ضرب میں میں نے شام کے سرخ رنگ کے محلات دیکھ لئے ہیں، پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب ماری اور دوسری تہائی چٹان ٹوٹ کر بکھر گئی، پھر فرمایا، اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم میں نے مدائن کے سفید کنگرے اس وقت دیکھ لئے ہیں، پھر آپ ﷺ نے مدائن کے کنگروں کی علامات بیان فرمائیں، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”اس خدا کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بے شک وہ کنگرے اسی طرح کے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمائیں ہیں مدائن ملک فارس کا ایک شہر ہے اس کو نوشیرواں نے آباد کیا تھا، ازاں بعد آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی اس سے باقی پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں بھی عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم، اس جگہ سے جہاں پر میں اس وقت کھڑا ہوں صنعاء شہر کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مدارج النبوة، ج 2، صفحہ 238)

(11)..... جس وقت اسلامی لشکر کفار کی فوج کے مقابل ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کی نظر کے سامنے سے تمام پردے ہٹ چکے تھے اور آپ ﷺ اہل موتہ کے حالات کا مشاہدہ ایسے فرما رہے تھے جیسا کہ بذات خود میدان جنگ میں

ہوتے ہوئے معائنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ صحابہ کو ساتھ ساتھ بتاتے جاتے تھے کہ زید بن حارثہ نے علم سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے، بعد ازاں جعفر برادر علی نے علم سنبھالا اور انہوں نے بھی شہادت پائی، اس کے بعد عبد اللہ بن روح نے علم اٹھالیا اور وہ بھی شہادت پا گئے، آپ ﷺ اسی طرح بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ (مدارج النبوة، ج 2، صفحہ 375)

(12)..... نجاشی کے واقعہ میں بھی غائب پر نماز نہیں ہوئی تھی بلکہ نجاشی کا جنازہ زمین

لپیٹ کر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا، اور وہ جنازہ حضور ﷺ کے زور و لایا گیا تھا مقتدیوں کا جنازہ دیکھنا شرط نہیں، نیز اس بارے میں واقدی اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اسے ملاحظہ فرما کر نماز جنازہ ادا کی تھی۔ (مدارج النبوة، ج 2، صفحہ 513)

(13)..... حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل

کے ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کے لئے آرہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنے افراد کے ساتھ حج کو آنا حضور ﷺ اپنی زندگی میں دیکھتے تھے، یہ نہیں کہ ماضی کے واقع کی خبر دے رہے ہیں۔

(ابحہ الملعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 386، شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ 338)

(14)..... اس سابقہ عبارت کی مزید وضاحت ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں۔

عالم روحانی میں زمانہ ماضی، حال، استقبال کی تقسیم نہیں ہے، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں ہونا، موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل کو عبور کرنا اور حضور ﷺ کے وجود کی حالت یہ سب ایک ہے، پس حضور ﷺ کا ان حضرات کو حج اور تلبیہ کی حالت میں دیکھنا وہی اصل حالت ہے، جو ان حضرات نے اپنی حیات میں حج کیا اور تلبیہ کہا تھا، اس حالت کی حقیقت اور اس کا ادراک اس کے متمثل ہونے کے قائل ہونے سے اعلیٰ وارفع ہے۔

(شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ 338، جذب القلوب، صفحہ 280)

☆..... اب چند حوالہ جات اولیاء و مقربین بارگاہ رب العزت کے متعلق پیش خدمت ہے

کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے حسب مراتب یہ طاقت و قوت بخشی ہے کہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ حاضر ہو سکیں اور کائنات کے اکناف و اطراف کا اپنی جگہ سے مشاہدہ کر سکیں۔

(15) بحکم الہی جبریل چاہیں تو ایک ہی وقت میں ہزاروں صورتوں میں ظاہر و نمودار ہو سکتے

ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 304، اردو صفحہ 596)

(16)..... عارفوں کا بڑا بلند مقام ہے، جب وہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں، تو تمام دنیا

کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 23، اردو، صفحہ 57)

(17)..... امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں کشف واقع ہوا حالانکہ

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ ”نہاوند“ میں تھے۔ (اشعۃ الملتعات، باب الکرامات، ج 7، صفحہ 339)

(18)..... صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں، کہ اولیاء کرام کی کرامات کو سچ سمجھنے والا شخص

جو یہ بھی جانتا ہے کہ اولیاء کرام کا مقام و مرتبہ کیا ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ان پر زمین و آسمان کی

ہر شے منکشف ہوتی ہے۔ (مدارج النبوة، ج 1، صفحہ 208)

(19)..... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بدیع امثال دائماً پیش نظر رکھی جائے، اگر کبھی

تمہیں خواب میں جمال باکمال کی زیارت ہو چکی ہے، تو وہ صورت موصوفہ جو خواب میں دیکھی

اپنے سامنے حاضر رکھو اور اگر تمہیں خواب میں کبھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا اور یہ استطاعت نہیں

رکھتے کہ اس صورت موصوفہ کو بعینہ اپنے سامنے حاضر رکھ سکو، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب ذکر

کیا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہو اور دوران ذکر یوں ہو جاؤ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھ

رہے ہیں اور تمہارا کلام خود سماعت فرما رہے ہیں اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلال و عظمت اور حیاء و ادب

کے ساتھ زیارت کر رہے ہو، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں، کیونکہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم صفات الہیہ سے متصف ہیں اور ان صفات الہیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”اَنَا جَلِيسٌ

مَنْ ذَكَرَنِي“ جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت الہی سے

کافی حصہ میسر ہے، کیونکہ وصف الہی کی معرفت آپ کی معروف صفت ہے اور سب لوگوں سے

بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عارف ہیں۔ (مدارج النبوة، ج 2، صفحہ 860)

نوٹ: یہاں ہم حاضر و ناظر کے بارے میں شیخ محقق کا ایک نہایت واضح و فیصلہ کن حوالہ پیش کر رہے ہیں، اہل انصاف اسے پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

(20)..... علمائے امت کے کثیر مذاہب اور اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ تاویل و مجاز کے شائبہ کے بغیر حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں، طالبان حقیقت اور بارگاہ رسالت ﷺ کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے فیض رساں اور مربی ہیں۔

(رسالہ، سلوک اقرب السبل مع اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 155، مکتوبات، اردو، 109)

ان سابقہ حوالہ جات و عبارات سے حضرت شیخ کے مسلک و مذہب کا بخوبی تعین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ بھی ”حاضر و ناظر“ کے قائل تھے، اور تا صرف قائل تھے بلکہ انہوں نے جا بجا اپنی کتب میں اسکی وضاحت و تائید بھی فرمائی ہے، اب حضرت شیخ سے اپنی نسبت کو جوڑنے والے اور حضرت شیخ کی عبارات کو کانٹ چھانٹ کر پیش کرنے والے افراد ذرا غور کریں کہ حضرت شیخ ان عبارات سابقہ میں کتنی وضاحت سے اپنے موقف کا اظہار فرما رہے ہیں، لہذا ان افراد کو چاہیے کہ اپنے عقیدے کو حضرت شیخ کے عقائد کے مطابق کریں تا کہ صراطِ مستقیم حاصل ہو یا پھر اعراض کرتے ہوئے اپنے لئے نارنجیم کو اختیار کریں۔

ہم نے یہ اختیار تم کو دیا
پھول چن لو یا خار و سنگ زمیں

تصرفات انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ

(1)..... یعنی میں اس میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں، ظاہر یہ تھا کہ فرمایا جاتا کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے تمہارے لئے ہے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول ﷺ کو تصرف عطا فرمایا ہے۔ (احیاء الموت والشرب، ج 4، صفحہ 202)

(2).....حق یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اخلاق کی تہذیب اور ان کی نفوس کا تزکیہ حضور ﷺ کی صحبت شریف کی تاثیر اور آپ ﷺ کے تصرف سے آہستہ آہستہ ہوتا تھا۔

(اشعۃ اللمعات، باب احیاء الموت والشرب، ج، 4، صفحہ، 204)

(3) یہ حضور نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس اور توجہ کی برکت تھی اور آپ ﷺ کا تصرف تھا جو کمزور کو طاقتور اور لاشیٰ کو شے بنا دیتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، تتمہ باب المنی عنہا من المبیوع، ج، 4، صفحہ، 116)

(4).....تین دن تک گفتگو ہوتی رہی اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اُن کے باطن میں تصرف

فرمایا۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج، 5، صفحہ، 224)

(5).....باوجود سخت مخالف ہونے کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے اُن کے (یعنی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے) دل پر تصرف فرمایا اور اُن کے کفر کو اسلام سے بدل ڈالا۔

(اشعۃ اللمعات، باب المعجزات، ج، 7، صفحہ، 284)

(6).....حالانکہ ہم تمہارے درمیان موجود ہیں اور تم وحی اور ایمان کے انوار و آثار کا

مشاہدہ کرتے ہو، آیات و معجزات دیکھتے ہو، ہمارے جمال باکمال اور انوارِ حق کا دیدار کرتے

ہو، ہماری ہم نشینی سے تم میں حقیقت کے اسرار سرایت کرتے ہیں اور ہمارے تصرف و ارشاد

سے تمہارے ظاہر و باطن میں کمالات اور کرامات پیدا ہوتی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب الثواب حدہ اللات، ج، 7، صفحہ، 634)

(7).....حضور نبی کریم ﷺ کا تصرف اللہ تعالیٰ کے تصرف کے ساتھ تمام زمین و آسمان

میں ہے بلکہ دنیا و آخرت کے تمام مشروبات و طعام اور حسی و روحانی رزق اور ظاہری نعمتیں حضور

ﷺ ہی کے واسطے و طفیل ہیں۔ (مدارج النبوة، ج، 1، صفحہ، 597)

اس سابقہ حوالے میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے حضور ﷺ کے تصرف کو کس قدر

وسعت و عموم کے ساتھ بیان کیا ہے، اب جو افراد ”ما فوق الاسباب و ما تحت الاسباب“

کے ذریعے سے اس مسئلے میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ ذرا

توجہ اور انصاف سے شیخ کی اس عبارت پر نظر ڈالیں، اگر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا تو ضرور وہ لوگ حق کو روز روشن کی طرح جان لیں گے، اگر مزید کوئی خلجان باقی ہو اور حضور ﷺ کے لئے ”مافوق الاسباب“ قدرتِ تصرف کے عقیدہ کو اب بھی درست نہ جان سکو اور اسی پرانی روش پر ہی رہنا چاہے تو اس سے قبل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک اور صراحت ملاحظہ کر لو تا کی حجت تمام ہو جائے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(8)..... فی الحقیقت حضور ﷺ میں تصرف و قدرت اور سلطنت کی قوت حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر تھی، کہ جن وانس، ملک و ملکوت بلکہ تمام جہان خدا تعالیٰ کی تقدیر و تصرف حضور نبی کریم ﷺ کے قدرت و تصرف کے احاطہ میں ہیں۔

(شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ 111، ائحة الممعات، کتاب الصلوة، ج 2، صفحہ 321)
(9)..... بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یہ دعا ہے تو انہیں کے ہاتھ میں تصرف اور تمکن ہے اور تدبیر کا روزِ نام اختیار آپ ﷺ کے ہی ہاتھ میں ہے، کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وکیل اور سفیر ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ج 2، صفحہ 328)
(10)..... حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت اور تصرف سے وہ چیز دور ہو گئی جو اقامتِ امامت کیلئے رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ (ائحة الممعات، کتاب الصلوة، ج 2، صفحہ 432)

(11)..... اس میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قرآن کریم کی اعظم آیت دریافت کر لینے پر ان کی مدح و ثنا کی اگرچہ وہ دریافت حضور ﷺ کے تصرف روحانی اور آپ ﷺ کے الفا کی وجہ سے ہی ہوئی۔ (ائحة الممعات، کتاب الفعائل القرآن، ج 3، صفحہ 278)

(12)..... اس وسوسے کے ازالے کیلئے اظہارِ تصرف اور قوتِ باطنی کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ (ائحة الممعات، کتاب الفعائل القرآن، ج 3، صفحہ 350)

(13)..... یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر اپنا

دست مبارک مارا اور تصرف سے کام لیا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 217)

(14) ارباب کشف و وجدان کی دریافت اور اہل دین و ایمان کے اعتقاد کے مطابق وہ عین حقیقت محمدی اور آپ ﷺ کی روح اقدس ہے، کہ عالم امر میں اس پیدائش کی صورت میں وہ روح اقدس نبی الانبیاء اور تمام ارواح کی محافظ تھی، اور عالم عنصریہ خلقیہ کے ظہور کے بعد وہی جو ہر کُل آپ ﷺ کے جسم اطہر سے متعلق ہو کر مدبر و متصرف بن کر اہل عالم کی تکمیل کا سبب تھا۔

(مرج البحرین، فارسی، صفحہ 22، اردو، صفحہ 115)

اب تک کے سابقہ حوالہ جات و عبارات میں خصوصی طور سے حضور ﷺ کے لئے تصرف کی قوت کا بیان ہوا ہے اور اس سے شیخ عبدالحق کے مسلک و عقیدہ کا بخوبی پتہ لگتا ہے اب ذیل میں مقربین بارگاہ، ملائکہ اور اولیاء اللہ کے متعلق بھی چند عبارات پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صدقے و طفیل ان مقربین بارگاہ کو بھی اس کی کام پر قدرت بخشی ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

(15)..... اس نظریہ کے ثبوت سے انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات کا

ثبوت ملتا ہے، نبی اور ولی کا نفس جیسا اپنے جسم میں تصرف کرتا ہے اسی طرح خارج میں بھی تصرف کرتا ہے، جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی روح تمام عالم کی جان ہے اس لئے آپ ﷺ سارے عالم میں تصرف کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاند ایک اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا گویا کہ ناخن کے میل کو ناخن سے جدا کر دیا۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 255، اردو صفحہ 520)

(16)..... شیخ ابوالبرکات بن صخر اموی نے کہا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

تمام اولیاء کے ظاہری و باطنی احوال پر نگاہ رکھتے ہیں، کوئی ولی اللہ اپنے ظاہری یا باطنی احوال میں آپ کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا، ایسے ولی اللہ جو بارگاہ الہی میں ہم کلام ہونے کے مرتبہ عالی پر فائز ہیں وہ بھی حضرت غوث اعظم کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتے، ان اولیائے وقت پر موت سے پہلے اور موت کے بعد بھی آپ ہی کا تصرف رہتا ہے۔

(زبدۃ الآثار، اردو، صفحہ 39)

(17)..... شیخ عقیل منجی سے روایت ہے کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جن کا تصرف قبروں میں بھی جاری و ساری ہے اور یہ تصرف زندوں کی طرح ہوتا ہے، یہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل اور شیخ حیات بن قیس حرانی ہیں۔ (یہاں چار بزرگوں سے مقصود حصر کرنا نہیں ہے یعنی ان چاروں کے علاوہ کوئی اور بزرگ تصرف نہیں بلکہ یہاں جو انہوں نے خود دیکھا بیان کر دیا)۔ (زبدۃ الآثار، اردو، صفحہ 31)

(18)..... مشائخ صوفیاء قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں، کہ عالم برزخ میں بعض اولیاء کا تصرف دائم و باقی ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے تو سل و استمداد ثابت و موثر ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 81)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر ان الفاظوں میں حضور غوث پاک ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہیں:

(19)..... آپ ﷺ کی ذات گرامی قطب وقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روح معرفت، قلب حقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارث کتاب، نائب رسول، سلطان الطریق اور ”مصرف فی الوجود“ تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت و امامت، دلائل خصوصیت اور براہین کرامت، آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمانے اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات وجود کی لگا میں آپ کے قبضہ اقتدار و دست اختیار کے سپرد فرمائیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 10 صفحہ، اردو، صفحہ 34)

(20)..... شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا، کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے، من جانب اللہ آپ کو تصرف کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 16 صفحہ، اردو، صفحہ 44)

(21)..... فرشتے اللہ تعالیٰ کے اذن و اجازت سے جہان میں تصرف کی طاقت رکھتے

ہیں۔ (تحدیث المعانی، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 200)

زیارتِ روضہ رسول ﷺ

(1)..... حضور سید المرسلین ﷺ کی زیارت علماء دین کے نزدیک بالاتفاق قولاً وفعلاً بہترین سنن مؤکدہ میں سے ہے، قاضی عیاضی مالکی فرماتے ہیں، کہ رسول اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت ایک متفق علیہ سنت اور مرغوب فضیلت ہے اور بعض علماء مالکیہ تو اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں اور دیگر علمائے اسلام نے اس قول کی تاویل ”سنت واجبہ“ سے کی ہے۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ، 282)

(2)..... حضور نبی کریم ﷺ قریشی، حاشمی، مکی، مدنی، ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، خاتم الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم جمعین کی قبر شریف کی زیارت مندوب و مستحب ہے، مستحبات میں سب سے زیادہ مؤکد اور عبادات میں سب سے زیادہ فضیلت والی، واجب کے قریب تر اس شخص کے پنچس کو وسعت ہو، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، کہ جس کو وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت کا ہر وہ شخص جس کو وسعت ہو اور وہ میری زیارت نہ کرے تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی عذر نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، جو شخص میری زیارت کو آیا اور اس کا مقصود صرف میری زیارت ہی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ بروز قیامت اس کی شفاعت کروں۔ (ماثبت من السنۃ، اردو، صفحہ، 134)

(3)..... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وصال کے بعد سرورِ عالم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت ایسے ہی ہے جیسے حیات ظاہری میں، لہذا اس نعمت کے حصول کا امیدوار رہنا چاہیے اور غم کی گرہ دل سے کھول دینی چاہیے۔ (مجموع المذہبات، کتاب القصاص، ج 4، صفحہ، 548)

(4)..... حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرنا عظیم عبادات اور اعلیٰ درجات میں سے ہے، کچھ علماء مذہب کہتے ہیں کہ یہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے، علماء نے واجب سے ان کی مراد ”سنت مؤکدہ“ بیان کی ہے۔

(مدارج النبوة، ج 2، صفحہ، 604)

(5)..... شیخ الاسلام ایک جگہ حدیث ”لا تشدوا الرحال“ کے بارے میں فرماتے ہیں:
 قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا اور اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول کے لئے
 اونٹوں کے کجاوے باندھنا، جب کہ زیارت کی فضیلت اور اس کا مستحب ہونا ثابت ہو گیا تو سفر
 کا جواز اور اس کا مستحب ہونا بھی لازم آیا، دلائل کے آمر ہونے کی وجہ سے قرب و بعد دونوں
 ایک ہی حکم میں ہیں۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 288)

(6)..... اسی طرح ”اشحۃ اللمعات“ میں ایک جگہ اسی حدیث کی وضاحت میں لکھتے

ہیں۔

بندہ مسکین، کاتب حروف، عبدالحق بن سیف الدین کہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس (یعنی
 حدیث لا تشدوا الرحال الالی ثلاثہ مساجد) سے ان تین مقامات مقدسہ (یعنی مسجد حرام،
 مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کی شان کا اہتمام بیان کرنا اور ان کی جانب سفر سے عظمت بیان کرنا
 مطلوب ہو کیونکہ یہ تینوں مقامات متبرک ترین مقامات ہیں یعنی اگر سفر مطلوب ہو تو ان تین
 مساجد کی طرف سفر کرنا چاہیے ان کے علاوہ کسی اور جانب لوگ سفر کا بوجھ برداشت نہیں کرتے
 ، یہ مطلب نہیں کہ ان تین مقامات کے سوا کسی اور طرف سفر کرنا ہی جائز نہیں۔

(اشحۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 102)

(7)..... شیخ حسام الدین خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کے بعد دہلی میں آ کر اپنے شیخ خواجہ
 نظام الدین اولیاء سے ملے تو شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ”جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت
 کے لئے جائے تو وہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی جداگانہ نیت کرے، خانہ کعبہ کی زیارت
 کے ضمن میں روضہ رسول کی زیارت نہ کرے (بلکہ علیحدہ نیت کر کے زیارت روضہ شریف
 کرے) اپنے شیخ کی یہ بات سنتے ہی شیخ حسام الدین فوراً روضہ رسول کی زیارت کی نیت سے
 واپس لوٹ گئے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 89، اردو، صفحہ 196)

نورانیت مصطفیٰ ﷺ

(1)..... اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے سر سے قدم تک کو سراپا نور بنایا کہ ان کے جمال باکمال کو دیکھنے سے دیدہ حیرت خیرہ ہو جاتا اور حضور ﷺ کا جمال آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن تھا اگر آپ ﷺ کے جسم اطہر پر بشریت کا نقاب نہ ہوتا تو کسی کو آپ ﷺ کے حسن پاک پر نظر ڈالنے اور اس کے ادراک کی مجال نہ ہوتی آپ ﷺ کا جوہر ہمیشہ ہی نور تھا، اور حضور ﷺ بذات خود عین نور تھے اور ”نور“ آپ ﷺ کے اسماء شریف میں سے ایک اسم ہے۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 178)

☆ اس عبارت میں حضرت شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے حضور ﷺ کے نور ہونے کے بارے میں نہایت سادہ اور واضح انداز میں عقیدہ بیان فرمادیا، حضور ﷺ کی نورانیت پر اعتراض کرنا دراصل حماقت و جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ بات علماء اسلام کے نزدیک نہایت ثابت شدہ ہے اور اس پر کسی نے سابقاً کوئی کلام نہ کیا ہاں اب چند صدیوں سے اس مسئلے کے بارے میں بھی عوام الناس کو گمراہ کیا جا رہا ہے اور شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مثلاً کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت میں ”نور و بشر“ کیسے ہو سکتا ہے (یعنی یا تو وہ شخص نور ہوگا یا پھر بشر یک وقت دونوں صفات فرد واحد میں مجتمع نہیں ہو سکتیں) اب اس کا جواب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس عبارت میں موجود ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

(2)..... کبھی جبرائیل امین علیہ السلام کی ملکیت اور روحانیت حضور ﷺ پر غالب آجاتی اور آپ ﷺ حالت بشری سے غائب و دور ہو جاتے اور کبھی حضور ﷺ کی بشریت جبرائیل علیہ السلام پر غالب آجاتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہفت بشریت سے متصف ہو کر تشریف لاتے۔

(شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ، 25، و اشعۃ المنعمات، باب بدء الوحي، ج، 7، صفحہ، 206)

(3)..... انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو عوارضی بدنی اور صفات جسمانی پر بشری

حد میں رکھا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی کا مشاہدہ کر کے اس کا حق بندگی بجالائیں۔

(احیاء الممات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 437)

(4)..... علماء کرام فرماتے ہیں، حصہ بشریت و طبعیت جو دینی و دنیوی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر آپ ﷺ کی ذات شریف میں رکھا گیا اس کی وجہ سے آپ ﷺ سے غصے کا ظہور ہوتا تھا۔ (احیاء الممات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 546)

(5)..... اسی میں صفت نوریت کی اصل منحصر ہے اور ان کے اسماء گرامی میں سے ”نور“ ہے جو جمیع انبیاء و اولیاء اسی صفت نوری سے متصف ہیں، جبکہ سید الانبیاء والمرسلین اس صفت (نور) کی اصل اور حقیقت ہیں، حقیقتِ شئی اور متصف بالشیئی میں فرق عظیم ہے، جملہ موجودات اسی نور کے مظاہر اور محل ظہور ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے ”اَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنْ نُورِي“ یعنی ”میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور دیگر تمام مومنین میرے نور سے ہیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 844)

(6)..... اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام مبارک اس لئے نور اور سراج منیر رکھا کہ وہ غایت درجہ روشن تھے اور روشن کرنے والے تھے، آپ ﷺ سے وصولِ حق کا راستہ روشن ہو گیا، ان کے جمال و کمال سے آنکھیں روشن ہو گئیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 101)

(7)..... چونکہ نبی کریم ﷺ ”عین نور“ ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 118)

(8)..... حضور ﷺ نے ایک صحابی کو اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا، اس نے عرض کی حضور ﷺ کوئی نشانی عطا فرمائیں تاکہ حجت ہو جائے، پس حضور ﷺ نے اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگائی تو اس جگہ سے سفیدی اور نور ظاہر ہو گیا، اس صحابی نے عرض کی، لوگ اسے برص کی بیماری نہ خیال کریں تو حضور ﷺ نے ان کی روشنی کو ان کے تازیانے (یعنی عصا) میں منتقل فرما دیا۔

یہ حدیث حضور ﷺ کی نورانیت کی دلیل ہے اور اس بات پر کہ یہ نورانیت آپ ﷺ کی بارگاہ کے خدام کے عصا میں سرایت کرتی ہے، کیونکہ حضور ﷺ کی ذات اور ان کے اعضاء شریف ”نور علی نور“ ہیں۔ (مدارج النبوة اردو، ج 1، صفحہ 179)

شفاعت انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ

(i)..... مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے کہ اس مقام والے کی سب کائنات مدح و ثناء کرے گی، تمام مخلوق اس پر رشک کرے گی، اور یہ مقام قرب و شفاعت ہے کہ تمام عالم حیراں و سرگرداں ہوگا، انبیاء و رسل میں سے کسی کو بھی ہیبت و دہشت کے باعث سراٹھانے کی جرأت نہ ہوگی اس وقت حضور نبی کریم ﷺ خدائے قدوس کی حریم خاص میں حاضر ہوں گے اور دروازہ شفاعت کھولیں گے، حدیث شریف میں آیا کہ خدا تعالیٰ اس دن اپنے محبوب پاک کو ایسی حمد کی تعلیم و تلقین کرے گا کہ جب آپ ﷺ اس حمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کی صفت و ستائش کریں گے تو رحمت کا دروازہ کھل جائے گا، اور یہ بھی ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو روز قیامت عرش پر بٹھایا جائے گا، بزرنگ کا خاص لباس پہنایا جائے گا، پھر آپ ﷺ کو اذن دیا جائے گا کہ جو چاہیں فرمائیں، اے میرے حبیب! جو کچھ تیری رضا ہے مجھ سے مانگ، طلب کر اس دن معلوم ہوگا کہ مقام محمد ﷺ کیا ہے؟ اس آخرت کی مجلس کا صدر و سلطان کون ہے؟؟۔

(ایضاً الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 79)

(2)..... سب سے پہلے جو دروازہ شفاعت کھولیں گے وہ حضور اکرم ﷺ ہوں گے، کل ظاہر ہوگا کہ ان کو بارگاہ خداوندی میں کس قدر وجاہت و عزت حاصل ہے، دن اُن کا دن ہے، مرتبہ اُن کا مرتبہ نیز شیخ مزید فرماتے ہیں:

(3)..... حاصل یہ ہے کہ دن (روز قیامت) محمد ﷺ کا دن ہے، مرتبہ اُن کا مرتبہ ہے،

مقام اُن کا مقام اور بات اُن کی بات، وہ مہمان ہیں اور تمام اہل محشر طفیلی، قرآن پاک میں خطاب ہوتا ہے، **وَكَسُوْفٌ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** تمہیں اے میرے میرے محبوب و مطلوب! اے میرے بندہ خاص! اتنی نعمتیں دوں گا، اتنی رحمت سے نوازوں گا کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ گے، اے محمد ﷺ! سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا، حضور ﷺ عرض کریں گے کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک ایک امتی نہ بخشا جائے۔ (ملخصاً: تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 44، 46)

(4)..... امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، دعا کیا کرتے تھے کہ ”یا اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما، اور اپنے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما، خدا کی شان کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہوئی، ہم بھی یہ دعا کرتے ہیں اس امید پر کہ انشاء اللہ ہماری دعا بھی قبول ہوگی، حضور ﷺ ہمارے حق میں بھی دعا کریں گے، تمام مسلمان مدینہ منورہ میں موت کی امید رکھتے ہیں کہ اس طرح حضور ﷺ کی شفاعت ان سب کے لئے ہوگی یا مدینہ میں مرنے والوں کے لئے حضور ﷺ خاص شفاعت فرمائیں گے، جس سے ان کے سب گناہ مٹ جائیں گے اور وہ بلند درجات پر فائز ہوں گے۔ (اشعۃ اللمعات، باب حرم المدینہ، ج 3، صفحہ 836)

(5)..... حضور ﷺ کی شفاعت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور وہ

دوزخ کی آگ سے بالکل محفوظ رہے گا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 260)

(6)..... شفاعت کی تمام اقسام کا حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ثبوت ہے البتہ بعض آپ

ﷺ کے لئے مخصوص اور بعض مشترک ہیں، جو شخصیت شفاعت کا دروازہ کھولے گی وہ آپ ﷺ ہی کی

ذات گرامی ہوگی، تمام شفاعت درحقیقت آپ ﷺ ہی کی طرف لوٹی ہیں، لہذا آپ ﷺ

”صاحب شفاعت علی الاطلاق“ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب الحوض والشفاعۃ، ج 6، صفحہ 529)

(7)..... حدیث ”یشفع یوم القیامة ثلاثة الانبیاء“ کی شرح میں شیخ لکھتے ہیں۔

ان تین کو مخصوص کرنے کی وجہ ان کی فضیلت و کرامت ہے، ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کے لئے شفاعت کا ثبوت ہے، اس سلسلہ میں احادیث مشہورہ وارد ہیں، خواہ وہ شفاعت گناہوں کی صفائی کے لئے ہو یا بلندی درجات کے لئے، شفاعت کا انکار بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ نے ایسا (انکار) کیا ہے۔ (مجموع الملعات، باب الخوض والشفاعة، ج 6، صفحہ 568)

حیات انبیائے عظام و اولیائے کرام ﷺ

حضرت شیخ الاسلام و المسلمین سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتب میں کئی جگہ حیات انبیاء اور حیات اولیاء اللہ کے بارے میں نہایت محققانہ گفتگو کی ہے، ہم ان میں سے اہم ترین اقتباسات کو من و عن نقل کر دیتے ہیں تاکہ اس مسئلے کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

(1)..... حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ

ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

ابن زبالہ اور ابن نجار حکایت بیان کرتے ہیں، کہ ایام حرہ (وہ دن جس میں یزیدی فوج نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا) کے دوران تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں اذان بند رہی اور لوگ باہر چلے گئے، سعید بن مسیب تابعی ﷺ مسجد نبوی میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وقت ظہر ہوا تو مجھے وحشت ہوئی اور میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس گیا، میں نے اذان سنی اور نماز پڑھی، اس کے بعد تمام ایام میں قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سنتا رہا، حتیٰ کہ تین راتیں گزر گئیں لوگ واپس لوٹ آئے اور جس طرح میں نے قبر شریف سے اذان کی آواز سنی تھی انہوں نے بھی سنی۔

حضور ﷺ کی حیات پر اتفاق کرنے کے بعد علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں یا دیگر مقام پر، یا پھر اس مقام پر جہاں خدا تعالیٰ چاہتا ہے یا بہشت بریں میں یا آسمان پر یا کسی اور جگہ پر جس طرح کے آپ کسی معین مقام پر مقید نہ تھے۔

بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو جسم انور کو قبر شریف میں رکھ دیا تھا اس جگہ سے باہر نکلنے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، پس ظاہر تو یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی بقعہ نور میں جلوہ فرما ہیں، اگر کہیں کہ وہ بقعہ انور (قبر شریف) تو تنگ ہے اس میں جسم انور کا محبوس رہنا مناسب نہیں ہے، تو اس کا جواب وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ مومن کی قبر کو ستر گناہ زیادہ کشادہ کر دیا جاتا ہے، (اور جب عام مومن کی قبر کا یہ حال ہے) تو سید المرسلین ﷺ کی قبر کے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ اس کی کشادگی تو قیاس کی حدود سے باہر ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ بہشت بریں زیادہ مناسب و اولیٰ ہے، حضور ﷺ کی تمکین و استقرار (رہنے) کے لئے بجائے اس تنگ بقعہ انور کے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف سے بڑھ کر کون سی بہشت بہتر و شریف تر ہوگی، اگر حضور ﷺ اس میں جلوہ فرما ہوں (یعنی جہاں حضور ﷺ ہوں تو بالاتفاق وہ جگہ تمام کائنات بلکہ بہشت بریں و عرش اعلیٰ سے بھی افضل و اشرف ہے، جیسا کہ علماء اسلام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے) امام اجل، محدث جلیل، تقی الدین سبکی نے فرمایا، کہ اگر اس بقعہ نور کو جو حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ (جسم اقدس) کے ساتھ لگا ہوا ہے، اسے ہر جگہ و مقام پر ترجیح دیں یہاں تک کہ کعبہ شریف اور عرش عظیم سے بھی افضل مانیں تو میرا (امام تقی الدین سبکی) کا خیال ہے کہ کوئی بھی مومن اس میں توقف (شک و شبہ) نہ

کرے گا۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج 1، صفحہ 217، 218)

(2)..... انبیاء کرام علیہم السلام کا وصال کے بعد زندہ رہنا بالکل متفق علیہ مسئلہ ہے، کسی کا بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی حقیقی میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں، اور ان کی حیات ”معنوی و روحانی“ نہیں جیسا کہ شہداء کی ہے (بلکہ حقیقی جسمانی ہے)۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 609، واحد الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 611، جذب القلوب، اردو، صفحہ 19، شرح سفر السعادة، قاری، صفحہ 172)

(3)..... حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ و

حیات ہیں۔ (ایضاً الممعات، کتاب الجائز، ج 2، صفحہ 872، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 271)

(4)..... زیارتِ روضہ مقدس کے فوائد و بشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضور نبی کریم

ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کرنے والے کو آپ ﷺ کی معنوی صحبت اور اس کے آثار و لوازمات میں سے حصہ ملتا ہے، اور یہ بات اس تحقیق پر مبنی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں حیات دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں، بخلاف شہداء کے، کہ وہ حیاتِ معنوی کے ساتھ مشرف ہیں۔ (ایضاً الممعات، باب حرم المدینہ، ج 3، صفحہ 840)

(5) بعد وصال بھی مقام نبوت و رسالت ثابت و برقرار ہے، خود انبیاء علیہم السلام کو بھی

دائمی موت نہیں، وہ زندہ و باقی ہیں، ان کی موت صرف اتنی ہی ہے کہ ایک بار ایک آن کے لئے ذائقہ موت چکھا، پھر ان کی ارواح مقدسہ کو انہی کے جسموں میں لوٹا دیا جاتا ہے اور دوبارہ حیات حقیقی عطا فرمادی جاتی ہے، جیسا کہ وہ دنیا میں زندہ تھے اور انبیاء کی یہ حیات شہداء کی حیات سے بہت زیادہ کامل و افضل ہے کیونکہ شہداء کی حیات تو معنوی ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 81)

(6) تمام علماء اسلام اس پر متفق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حیات میں کوئی

شبہ نہیں ہے، اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبور مقدس میں اس حیات کے ساتھ

زندہ ہیں جو حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے، جس کے بارے میں قرآن پاک میں خبر دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور ﷺ سید الشہداء ہیں اور شہیدوں کے اعمال آپ ہی کے ترازو میں ہے۔
(جذب القلوب، اردو، صفحہ 266)

(7) اکابر علماء اسلام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے، لہذا انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اکمل و اتم ہے، یہی مذہب مختار و منصور ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ پر صلوة و سلام بھیجتے ہیں آپ ﷺ اس کو خود سماعت فرماتے ہیں، ”شفاء السقام“ میں امام تقی الدین سبکی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی موت دائمی نہیں، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ذائقہ موت کے بعد زندہ فرما دیا ہے، اور ملکیت کا انتقال وغیرہ اس موت کے ساتھ مشروط ہے جو دائمی ہو، اور یہ حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ اور اکمل ہے، روح کے لئے حیات کا ثبوت بغیر شبہ و اشکال کے ہے، احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے، اور تمام مردوں کے لئے روح کا جسم میں لوٹنا ثابت ہے (یعنی منکر نکیر کے سوال کے وقت مردے کو جو روح لوٹائی جاتی ہے وہ مراد ہے) اگرچہ شہداء نہ ہوں، کلام تو بدن کے اندر روح کے قیام کرنے سے متعلق ہے، اس قیام سے وہ اسی طرح زندہ ہو جس طرح دنیا میں زندہ تھے یا بغیر روح کے ہی زندہ رہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، اس لئے کہ روح کی حیات دائمی اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک عادی بات ہے، نیز عقل بھی اسے جائز مانتی ہے پس اگر کوئی دلیل سمعی صحت کو پہنچے تو اس پر اعتقاد کرنا واجب ہے، علما کی جماعت اس بات کی قائل ہے اور اس کو ثابت کرتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا (جیسا کہ احادیث میں موجود ہے) یقیناً ایسے جسم کا تقاضا کرتا

ہے جو محل حیات ہو (یعنی حقیقی جسم جیسا کہ دنیا میں تھا) اور اسی طرح جو صفات شب معراج میں مذکور ہیں اور انبیاء کی جانب منسوب ہیں (مثلاً بیت المقدس میں جماعت وغیرہ) سب اجسام ہی کی تو صفات ہیں۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 270، 269)

(8) حیاتِ انبیاء کے حق میں جو دلائل ہیں ان سے مراد حیاتِ بدنی (حیاتِ حقیقی جسمانی) ہے، جیسا کہ دنیا میں تھی اس کے باوجود انبیاء کرام دنیا سے بے نیاز ہیں اور دنیا کے مادی اسباب کے محتاج نہیں ہیں جن پر دنیاوی زندگی کا انحصار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ مادی وسائل کے بغیر زندہ رکھے اور جسم میں کچھ احوال و اعراض پیدا کر دے تاکہ امر کہ بعد ان کی جانب کوئی احتیاج ہی باقی نہ رہے، جیسا کہ کبھی کبھی فرحت و سرور کی حالت یا نہایت غم و الم کے عالم میں کھانے پینے کی بندہ کو حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خیال بھی نہیں آتا۔

بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے نزدیک وہ حدیث جو کہ صوم وصال کے بارے میں ہے، **عِنْدَ رَبِّي يَطْعَمُنِي وَيَسْقِينِي** (یعنی میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں مجھ کو وہی کھلاتا و پلاتا ہے) یہ حدیث بھی حیاتِ انبیاء میں کافی ہے۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 611)

(9) اب یہ چیز پوشیدہ نہ رہے کہ اصل حقیقی و دنیاوی حیات ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی یوں کہے (تو حرج نہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے جسد مقدس و مطہر کو یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی ہوئی ہے کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں بذات خود وہاں پر تشریف لے جائیں یا مثالی صورت میں وہاں پہنچ جائیں خواہ آسمان پر جانا چاہیں یا زمین پر اور خواہ کہیں قبر میں جانا ہو (یعنی کسی امتی کی قبر کو شرف بخشنے کے لئے) یا کسی دیگر مقام پر اس کے باوجود ہر وقت آپ ﷺ اپنی قبر انور کے ساتھ خاص نسبت رکھتے ہیں، جیسا کہ ثابت ہے۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 612)

(10) یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک میں سے ہی تصرف و نفوذ کی یہ حالت ہو کہ تمام آسمان و زمین اور جنت وغیرہ یعنی ہر جگہ کے حجابات اٹھ چکے ہوں اور حضور ﷺ بغیر کسی تجاوز یا انتقال کے وہاں سے ہی تصرف و نفوذ فرما رہے ہوں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 613)

☆ ان سابقہ عبارات میں حضرت شیخ نے اپنے عقیدے کو روز روشن کی طرح عیاں فرمادیا ہے، بقول اعلیٰ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ یہ تھا،

تو زندہ ہے واللہ ! تو زندہ واللہ !
 میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
 انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
 ایسی آنی کے فقط آنی ہے
 اس ایک آن کے بعد انکی حیات
 مثل سابق وہی جسمانی ہے

توسل، استمداد، استغاثہ

(1) حضور نبی کریم ﷺ کی جناب میں توسل و استغاثہ اور استمداد از انبیاء و مرسلین یہ متقدمین و متاخرین بزرگوں کا فعل ہے، خواہ یہ آپ ﷺ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد، حیات دنیویہ ہو یا عالم برزخ، خواہ میدان قیامت ہو کہ جس دن انبیاء و مرسلین کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوگی اس وقت حضور نبی کریم ﷺ باب شفاعت کھلوا کر اولین و آخرین کو نعمت کے دریاؤں اور رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے اور حضور ﷺ سے استمداد حاصل کرنے میں ان چاروں مقامات کے لئے بہت سے اخبار و آثار موجود ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ 294)

(2) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

دیتے ہوئے مسئلہ تو سل واستعانت واستمداد میں مسلک اہل سنت و جماعت کے موقف کو ان الفاظوں میں تفصیلاً بیان فرماتے ہیں۔

اہل قبور سے استمداد کا بعض فقہاء نے انکار کیا ہے، ان کا انکار اگر اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو زائرین اور ان کے احوال کا علم نہیں ہے، اور وہ (اہل قبور) ان کی بات نہیں سنتے تو اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے، اور اگر انکار اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو اس جگہ قدرت و تصرف حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ امداد کریں بلکہ وہ قید ہیں انہیں منع کیا گیا ہے، اور وہ لاحق ہونے والی محنت اور سختی میں مصروف ہیں جس نے انہیں دوسروں سے روک رکھا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے خصوصاً متقین (کے حق میں) جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کی روحوں کو برزخ میں قرب و قدر و منزلت کی حاصل ہو جائے، اور ان کا وسیلہ پکڑنے والے زائرین کی حاجتوں کی طلب، دعا اور شفاعت کی قدرت مل جائے جیسا کہ قیامت کے دن ہوگا تو اس کی نفی پر کونسی دلیل ہے؟

علامہ قاضی بیضاوی نے ”فَالْمَرْغَاتِ غَرْقًا“ کی تفسیر بدن سے جدا ہوتے وقت نفوس فاضلہ کی صفات کے ساتھ کی ہے، کہ انہیں جسموں سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی عالم ملکوت کی طرف چلے جاتے ہیں، وہاں سیر کرتے ہیں اور حضراتِ قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پس وہ شرافت اور قوت میں ”مدبرات“ میں سے ہو جاتے ہیں۔

کاش ہمیں علم ہوتا کہ یہ فرقہ جس استمداد و امداد کا انکار کرتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج و فقیر دعا کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور بارگاہِ رب العزت سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب، معظم ہستی کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے، اور کہتا ہے ”اے مولیٰ! اس بندہ کریم کی برکت سے

جس پر تو نے رحمت اور سرفرازی فرمائی ہے اور تیرا خاص لطف و کرم اس کی طرف مبذول ہے، میری حاجت پوری فرمادے کہ تو کریم حاجت روا ہے "یا اس بندۂ مکرم کو نداء کرتا ہے کہ "اے بندۂ خدا! اے اللہ تعالیٰ کے ولی! میری سفارش کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرا مقصد و مدعا پورا فرمائے اور میری حاجت بڑھائے۔"

پس عطا فرمانے والا اور جس سے سوال کی امید ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، "قادر" "فاعل" اور "وجود میں تصرف فرمانے والا" صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، اولیاء اللہ اپنے رب کے فضل، اس کی قدرت اور اس کے غلبے کے سامنے فانی و عاجز ہیں، ان کے لئے (حقیقی) فعل قدرت اور تصرف نہ اب ثابت ہے اور نہ ہی اس وقت ثابت تھا جب وہ دنیا میں زندہ تھے (یعنی ذاتی تصرف، ورنہ عطائی کی شیخ اگلی عبارات میں خود وضاحت کر رہے ہیں) امداد و استمداد اس معنی کے لحاظ سے جو ہم نے ذکر کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے) اگر موجب شرک اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کا سبب ہے جیسا کہ منکر گمان کرتے ہیں تو چاہیے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے ان کی ظاہری حیات میں بھی توسل اور ان سے دعا کی درخواست ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں، بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں شائع اور متعارف ہے اور اگر منکرین (مسئلہ امداد و توسل) کہیں کہ یہ حضرات وفات کے بعد معزول ہو گئے ہیں اور اس حالت اور کرامت سے باہر جا چکے ہیں جو کہ انہیں دنیاوی زندگی میں حاصل تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر کہیں کہ وفات کے بعد لاحق ہونے والی آفات کے سبب انہیں روک دیا گیا ہے اور وہ ان آفات کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ یہ مشغولیت قیامت کے دن تک مسلسل جاری رہے گی، زیادہ سے زیادہ یہ کہ مخلوق کی طرف توجہ ہمیشہ نہ ہو اور استمداد کا

فائدہ عام نہ ہو بلکہ ممکن ہے کہ بعض حضرات عالم قدس کی طرف منہمک ہوں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف انکی محویت کا یہ عالم ہو کہ نہ تو ان کی توجہ دنیا کی طرف ہو اور نہ ہی انہیں احساس ہو، اور وہ (اس محویت کے باعث) دنیا میں کوئی تصرف اور تدبیر بھی نہ کر سکتے ہو، جیسا کہ اس جہان میں بھی مجذوبوں اور اصحاب ہوش کے حال کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف انبیاء کرام کے علاوہ میں ہے کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں، حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ، اور اولیاء زندہ ہیں اخروی و معنوی زندگی کے ساتھ، کچھ عرصہ سے ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا منکر ہے، اولیاء اللہ دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت کر چکے ہیں، اللہ کی باگاہ میں خوشحال اور رزق دیے جاتے ہیں لیکن لوگوں کو شعور نہیں ہے، منکرین ان حضرات کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں (جیسا کہ دیوبندی، وہابی وغیرہ اور شیخ کے زمانے میں ہی اس فرقے نے عروج پکڑا اور اختلافات رونما ہوئے) اور جو ان کی زبان پر آتا ہے کہتے ہیں (جیسا کہ انکی کتب مثلاً تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں مذکور ہے) عرصہ دراز سے اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل میرے دل میں تھی آج توفیق الہی سے بیان کر دی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ”اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔“ (احمد المصنوعات، باب علم الاسراء، ج 5، صفحہ 234-231)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی سابقہ گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ مدد فرماتے ہیں، اس میں زندگی اور موت کے بعد کی حالتیں یکساں ہیں، بلکہ بعد از موت تو ان کی روحانی طاقتوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، نیز شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جو بعض فقہاء نے انکار کیا بھی ہے تو وہ فقط اولیاء اللہ کے بارے میں ہے، انبیاء علیہم السلام

کے بارے میں کسی کا بھی ایسا عقیدہ نہیں ہے، کیونکہ وہ تو بعد وصال بھی حقیقی زندگی سے موصوف ہیں۔ اب ذیل میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں شیخ نے مطلقاً استمداد تو تسل کیلئے قاعدہ کلیہ امام غزالی صکے حوالے سے بیان فرمایا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

(3) امام حجۃ الاسلام سیدنا محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص سے حالت زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں وفات کے بعد بھی اس سے مدد مانگ سکتے ہیں۔

(اشعۃ الممعات، کتاب الجنائز، ج 2، صفحہ 923)

(4) جس شخص سے حالت زندگی میں برکت حاصل کرتے ہیں بعد موت بھی اس سے برکت حاصل کر سکتے ہیں، امام شافعی صنے فرمایا کہ موسیٰ کاظم ؑ کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق اکبر ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا، کہ ہم نے چار اولیاء اللہ کو پایا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح سے حالت حیات میں کرتے تھے۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ 286)

(5) علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان نیک لوگوں کا تو تسل بھی پکڑا جاسکتا ہے، جن کا حضور ﷺ کے دربار سے کسی قسم کا تعلق ہو، اس بات کے متعلق بھی بہت سی احادیث ہیں، چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ کا حضرت سیدنا عباس ؓ کے ذریعہ سے استسقاء کے لئے تو تسل کرنا اس بات کی تائید کرتا ہے، اور یہ صحیح احادیث میں مذکور ہے، حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تھی تو حضرت عمر ؓ استسقاء (بارش طلب کرنے) میں حضرت عباس ؓ کا تو تسل پکڑتے، اور کہتے ”اے اللہ! اس سے پہلے جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی ﷺ کا تو تسل پکڑتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اب تیرے نبی کے چچا کا تو تسل پکڑتے ہیں لہذا ہمیں بارش عطا فرما“ تو بارش برسا شروع ہو جاتی۔“

(جذب القلوب، اردو، صفحہ 299-300، اشعۃ الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 726)

(6) بندہ مسکین شیخ عبدالحق کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے تمسک و توسل بایں وجہ جائز ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں قرب و منزلت حاصل ہوتی ہے اور ان کی تعظیم بھی صرف اس وجہ سے ہی کرتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسول مقبول ﷺ کی اتباع خوب کرتے ہیں۔ (مدارج العبودۃ، اردو، ج 1، صفحہ 345)

(7) مشائخ و صوفیاء قدسی (اللہ (مراد) ہم فرماتے ہیں، عالم برزخ میں بعض اولیاء کا تصرف دائم و باقی ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے توسل و استمداد ثابت و موثر ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 81)

(8) اور یہ فطری بات ہے کہ بزرگوں کے حالات سن کر ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ ان کو یہ سعادت ابدی صرف اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ حسن عمل کے پیکر تھے، جس سے خود اس کے دل میں لامحالہ حسن عمل کی طرف قدم بڑھانے کا ایک لازوال جذبہ پیدا ہو جائے گا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پاکیزہ ارواح ہمارے اس طرح یاد کرنے سے خوش ہوں اور اس کے عوض میں وہ ہمیں بھی عالم آخرت میں یاد کر لیں، اور مدد کے لیے اپنے دروازہ کو طالب کے لئے کھول دیں۔ (اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 7، اردو، صفحہ 28)

(9) ان بزرگوں کے مناقب و فضائل میں لب کشائی کروں اور حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم سے تعاون کی درخواست کرتے ہوئے انہیں پیردہ شگیر و فریادرس بنی آدم کے دربار میں وسیلہ بناؤں۔ (اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 7، اردو، صفحہ 29)

(10) ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی ص کا قول مبارک نقل فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ مراد پوری ہو اور فرمایا ”جو کسی مصیبت میں میرے وسیلہ سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دور ہو جو کسی سختی میں

میرا نام لے کر پکارے اسے کشادگی حاصل ہو جو میرے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 19، اردو، صفحہ 50)

(11) خصوصاً صالحین کی زیارت کے وقت ادب کی رعایت حسب مراتب ضروری ہے۔ جس طرح ان کی زندگی میں کیونکہ صالحین ان کی زیارت کرنے والوں کے ادب کے مطابق ان کی زبردست مدد کرتے ہیں۔ (اوعۃ الممعات، کتاب الجنائز، ج 2، صفحہ 931)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر اولیاء اللہ کی حیات اور بعد وصال تو سل و امداد اور ان کے تصرفات کے بارے میں نہایت نفیس گفتگو لکھتے ہیں ہم وہ تمام من وعن یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

(12) مشائخ صوفیہ اور بعض فقہائے کرام نے اولیاء اللہ سے مدد حاصل کرنے کو ثابت اور جائز قرار دیا ہے اور یہ عقیدہ اہل کشف اور ان کے کالمین کے یہاں طے شدہ عقیدہ ہے، یہاں تک کہ بہت سے حضرات کو ان کی ارواح سے فیوض و فتوح حاصل ہوئے ہیں، اسے اصطلاحات صوفیہ میں ”اویسی“ کہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور قبولیت دعا کے لئے تریاقِ مجرب ہے، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جس سے اسکی زندگی میں مدد لینا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے“ مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا ”میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر، اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ معروف کرخی اور دو بزرگ اور شمار کئے جاتے ہیں اور ان چار میں حصر مقصود نہیں جو کچھ اس بزرگ نے دیکھا اور پایا اس کا بیان کر دیا۔

سیدی احمد بن رزوق جو کہ اعظم فقہاء علماء اور مشائخ دیار مغرب میں سے ہیں فرماتے ہیں، ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے دریافت کیا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی؟ میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے زندہ کی امداد قوی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میت کی امداد قوی تر ہے، شیخ نے فرمایا، ہاں کیونکہ وفات یافتہ بزرگ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اس کے سامنے ہے، اس (امداد اولیاء اللہ کے) بارے میں اس گروہ صوفیہ سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ حد و شمار سے باہر ہیں۔

پھر کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس عقیدہ کے منافی و مخالف ہو، اور اس کی تردید کرتی ہو، بلکہ آیات و احادیث سے تحقیقی طور پر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روح باقی ہے، اور اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم و شعور ہوتا ہے، اور ارواح کاملین کو جناب حق تعالیٰ میں قرب و مرتبہ حاصل ہے جس طرح زندگی میں انہیں حاصل تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کی قوت و طاقت حاصل ہے، یہ سب کچھ انکی ارواح کرتیں ہیں وہ باقی ہیں اور متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، یہ سب کچھ حقیقتاً اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے، یہ حضرات اپنی زندگی میں اور بعد از وصال جلال حق میں فانی و مستغرق ہیں، لہذا اگر کسی کو دوستان حق کی وساطت سے کوئی چیز و مرتبہ حاصل ہو جائے تو کوئی بعید نہیں (یعنی اس میں انکار درست نہیں) جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا اور حقیقتاً تو فعل و تصرف حق تعالیٰ جل جلالہ کا ہوتا ہے نیز ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو (اولیاء اللہ) کی زندگی اور موت میں فرق کرے۔ (ابحہ الممعات، کتاب الجائز، ج 2، صفحہ 923)

(13) خلیفہ ابو جعفر عرض کرنے لگا "اے ابو عبد اللہ! (یہ امام مالک کی کنیت ہے) میں اپنا منہ

اپنی دعا کے وقت قبلہ سے پھیروں یا کہ رسول اکرم ﷺ سے پھیروں؟“ تو امام مالک نے ارشاد فرمایا ”تم رسول اللہ ﷺ سے کیوں اپنا منہ پھیرتے ہو جبکہ وہ تمہارے لئے وسیلہ ہیں اور قیامت کے دن تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہوں گے، جاؤ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور شفاعت طلب کرو۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 438)

شیخ الاسلام والمسلمین سیدی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ دلائل وحوالہ جات سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے استمداد و توسل کرنے میں تو کسی بھی محقق عالم دین نے اختلاف نہیں کیا کیونکہ حضور ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بعد وصال بھی زندہ ہیں اپنی حیات حقیقی دائمی کے ساتھ موصوف ہیں، ہاں اگرچہ بعض فقہاء و محدثین نے استمداد و توسل بالاولیاء اللہ میں کلام کیا ہے لیکن جمہور فقہاء و محدثین نے ان کے برخلاف اس مسئلے کا اثبات دلائل قاہرہ و نصوص ظاہرہ سے باحسن طریقے پر کیا ہے، اور توسل و استمداد کے متعلق حقیقت حال کو واضح کر کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔

شیخ محقق نے ایک مقام پر منکرین کے نوپید فرقی کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جو کہ اپنے ماسوا عقائد کے حامل لوگوں کو اور بالخصوص حامین مسئلہ توسل و استمداد کو کافر و مشرک اور قبر پرست جیسے قبیح الفاظ سے منسوب کرتے ہیں، اس فرقے کے بارے میں شیخ نے اشارہ اور مسئلہ توسل کے اثبات میں صراحتاً ان کی خباثوں کا بیان کر کے حق کو واضح فرما دیا ہے۔

آج ہمارے دور میں بھی اسی فرقے کے افراد نے نیا نام لیکر وہی کام شروع کر رکھا ہے، جو کہ اُس دور میں اُن لوگوں نے کیا ہوا تھا، آج اس فرقے کا نام دیوبندی، دھابی، غیر مقلدین وغیرہ ہے، یہ اور ان کی ہم عقیدہ جماعتیں شبانہ روز مسلمانوں کو کافر و مشرک کہنے میں سرگرم عمل ہیں۔

مسئلہ استمداد تو سل کے انکار میں ان کی جانب سے ایک بنیادی اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے، کہ حضور ﷺ سے جو لوگ تو سل واستمداد کرتے ہیں حضور ﷺ کو تو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی (معاذ اللہ) ہم مزید گفتگو کرنے کے بجائے شیخ محقق ہی کے حوالے سے اس بات کا جواب تحریر کر دیتے ہیں، کہ کیا حضور ﷺ سے مدد مانگنے والوں کی حضور ﷺ کو خبر ہوتی ہے اور کیا حضور ﷺ ان کی امداد و شگیری فرماتے ہیں، شیخ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

(14) حضرت میمونہ کی حدیث جسے امام طبرانی نے ”معجم صغیر“ میں نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک رات میں نے سنا کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ ”لیک لیک لیک“ ارشاد فرمایا اور تین مرتبہ ”نصرت نصرت“ یعنی میں مدد کرتا ہوں، میں نے قریب آ کر حضور ﷺ سے پوچھا ”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو یہ باتیں کرتے ہوئے سنا ہے کیا کوئی شخص موجود تھا جس سے آپ باتیں کر رہے تھے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ شخص راجز بنی کعب تھا جو بنو خزاعہ سے ہے، اس نے مجھ سے مدد مانگی تھی اور وہ کہتا تھا کہ قریش نے بنو بکر کی اعانت سے ہم پر شب خون مارا، تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی اپنے چالیس سوار لئے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف پہنچ گیا اور جو کچھ واقعہ ہوا تھا تمام عرض کر دیا۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 386)

نوٹ: عام طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے لیکن اصل حوالے کے لئے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہم یہاں اس کا حوالہ لکھ دیتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت آسانی ہو۔
(معجم الکبیر للطبرانی: ج 23، صفحہ 233، رقم الحدیث 1052، مکتبہ ابن تیمیہ، معجم الصغیر للطبرانی: ج 2، صفحہ 167، رقم الحدیث 967، مکتبہ الاسلامی، بیروت شواہد الحق للنبیانی: اردو، صفحہ 257، حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

اس عبارت میں دیکھئے کہ بنو خزاعہ کا راجز اپنے شہر میں جو کہ مکہ کے قریب تھا اس شب خون والی رات میں حضور ﷺ کو پکارتا ہے تو حضور ﷺ اس کی پکار سن کر جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ تین دن بعد اس قبیلے کے افراد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کرتے ہیں، اس سے

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مداد سبگیری فرماتے ہیں، یہ واقعہ اگرچہ حیات مبارک کا ہے لیکن وصال کے بعد بھی ایسا ممکن ہے کیونکہ آپ کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ (فائدہ)

ایمان والدین کریمین ﷺ

(1) متاخرین علمائے اسلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء و امہات کا ایمان ثابت کیا ہے، اس اثبات کے لئے انہوں نے تین طریقے اختیار کئے ہیں ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ فترت میں ہی انتقال کر چکے تھے ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، حضور ﷺ کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی ذات میں ضعیف ہے، لیکن متعدد طرق سے اس کی تصحیح اور تحسین کر دی گئی ہے (اس لئے اب اس کا ضعف ختم ہو گیا ہے اور قواعد حدیث کی رو سے اس سے استدلال و حجت پکڑنا درست ہے) اور یہ بات اگرچہ متقدمین (علماء اسلام) سے پوشیدہ رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین (علماء اسلام) پر کھول دی۔ **وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ بِمَا شَاءَ مِنْ فَضْلِهِ** (اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس چیز سے چاہے اپنی رحمت و فضل سے خاص فرمادے)۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس بارے میں (تقریباً 11) رسائل تصنیف کئے ہیں (مثلاً مسالك الحنفا في ايمان والدي المصطفى، التعظيم والمنته السبل الجلية وغيره، ان کے بارے میں مزید تفصیل اعلیٰ حضرت کی ایمان والدین کے موضوع پر شاہکار

تصنیف ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ کے مقدمہ میں راقم الحروف نے شرح وسط کے ساتھ لکھ دی ہے جو شاید اس کے علاوہ یکجا نہ ملے، مکمل کتاب مذکور راقم کی تحقیق کے ساتھ، اداۃ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور دارالمبرور کی جانب سے مشترکہ طور پر سالانہ امام احمد رضا کانفرنس، ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی) اور دلائل سے اس مسئلے کا اثبات فرمایا اور مخالفین کے شبہات کے جوابات دیئے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج 2، صفحہ 927)

☆ اس مسئلے کی حقانیت کو شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اشعۃ اللمعات“

میں ایک اور مقام پر واضح کاف الفاظ میں یوں لکھتے ہیں۔

(2) رہا معاملہ آپ ﷺ کے آبائے کرام کا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت

عبداللہ ﷺ تک تمام کفر کی میل اور نجاست شرک سے پاک رہے، جیسا کہ (حدیث میں) فرمایا

”میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا ہوں“۔ اس پر متاخرین علماء حدیث

نے بہت سے دلائل تحریر کئے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو متاخرین

کے ساتھ مخصوص فرمایا یعنی اس بات کا علم کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد دین توحید و اسلام پر

تھے، حالانکہ متقدمین کے کلام سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، (لیکن ان شاء اللہ وہ حضرات

بھی اس معاملے میں قابل معافی ہی رہیں گے کیونکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اس میں ان کی ذاتی

عداوت ہرگز نہیں تھی، بس وہ اس مسئلے کی حقیقی مراد نہ پاسکے، واللہ غفور رحیم) یہ اللہ تعالیٰ کا

خصوصی فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ شیخ جلال الدین سیوطی صکو جزائے خیر

عطا فرمائے جنہوں نے اس مسئلے پر رسائل لکھے اور خوب واضح فرما دیا حاشا اللہ! ایسا نہیں ہو سکتا

کہ اس نور پاک کو تاریک جگہ رکھا جاتا اور روز قیامت آپ کے آباء کی تحقیر و رسوائی ہوتی۔

(معاد اللہ) (اشعۃ اللمعات، باب الفعائل، ج 7، صفحہ 136)

(3) روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد وفات حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں، امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ ”حضور ﷺ نے مقام حجون پر جس قدر مشیت الہی تھی قیام فرمایا، اس کے بعد خوشی خوشی مراجعت فرمائی تو ارشاد فرمایا، میں نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر فوت ہو گئیں۔“

اور امام ابو حفص بن شاہین نے اپنی کتاب ”ناسخ و منسوخ“ میں بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے، حافظ ناصر الدین دمشقی نے کیا خواب ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بہت فضیلت مرحمت فرمائی کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا تاکہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں یہ خاص فضل ہے، پس سلام عرض کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔ (ماہیت من السنہ، اردو، صفحہ 80، 81)

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق علماء اسلام نے نہایت تحقیق کے ساتھ اس مسئلے کو قرآن و حدیث کی ”نصوص ظاہرہ“ اور ائمہ تفسیر و حدیث کے بیان کردہ ”دلائل قاہرہ“ سے ثابت کیا ہے، جن میں امام اجل محدث جلیل علامہ جلال الدین سیوطی شافعی ص سرفہرست ہیں، آپ نے اپنی تصانیف میں عموماً اور بعض (تقریباً 11 مستقل) رسائل میں خصوصاً اس مسئلے کو نہایت مدلل انداز میں تحریر کر کے مخالفین کے شبہات کا ازالہ کیا اور ایمان والدین کریمین تا آدم ﷺ کو ثابت کیا ہے۔

اور حق بھی یہ ہی ہے، کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (احمد للمعات، ج 1، صفحہ 325) پر ذکر کیا ہے تو حضور ﷺ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ کرنے میں کون سے تعجب کی بات

ہے؟؟ اور جب کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ ہے۔

علماء اسلام بیان فرماتے ہیں کہ صرف آپ ﷺ کے نام کی برکت سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ شیخ محقق نے (بوحہ للمعات، ج 5، صفحہ 409) پر ذکر کیا ہے، جب نام کی اتنی برکت ہے تو اگر خود حضور ﷺ بارگاہ رب تعالیٰ میں اس کے لئے عرض گزار ہوں تو وہ عرض کیونکہ قبول نہ ہوگی، اس مسئلہ میں حق و صواب وہی ہے جو کہ امام جلال الدین سیوطی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مخالفین کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔

گر نہ چراغ لطف تو راہ نماید از کرم

قافلہ آئے شب رواں پے نبرد بمنزلے

مسئلہ دعائے انبیائے عظام و اولیائے کرام ﷺ

(1) اس کلام کی تحقیق بعض علمائے اسلام نے اس طرح کی ہے کہ سلام بھیجنا سید انام ﷺ پر دو قسم کا ہے اول یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لئے نزول سلام و رحمت کی دعا و درخواست اللہ تعالیٰ سے ہو پھر خواہ لفظ حاضر سے ہو یا غائب سے، اس کا کہنے والا دربار رسالت میں حاضر ہو یا نہ ہو، وہ کہے ”السلام علی محمد یا پھر کہے السلام علیک یا رسول اللہ اس قسم کو بعض علماء نے جناب رسالت ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 263)

(2) پروردگار عالم ﷻ کا یہ قاعدہ جاری ہوگا، کہ ایک فرشتہ دربار رسالت ﷺ میں مقرر رہتا ہوگا کہ بندوں کا سلام پہنچایا کرے، جیسا کہ بادشاہوں میں دستور ہے (یعنی بادشاہ کے خدام، جس طرح کوئی شخص ملنے آتا ہے تو بادشاہ کو اس کے خادم پہلے جا کر خود پیغام دیتے ہیں اسی

طرح حضور ﷺ کی بارگاہ میں خدام فرشتے ہیں اور وہ امتی کے سلام کا پیغام بادشاہ و شہنشاہ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کر دیتے ہیں) اس کے باوجود بعض خاص بندوں، خاص مقررین اور تمام شکستہ دلوں کا سلام حضور ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں اور بہ نفس نفیس جواب دیتے ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ، 265)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا کسی شخص نے عرض کی ”اپنے سب سے زیادہ محبوب شخصیت کا نام لو تو اس مصیبت سے نجات مل جائے گی“ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس طرح پکارا ”یا محمد ﷺ“ تو ان کا پاؤں فوراً ہی درست ہو گیا۔

(مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 447)

(4) حضرت شیخ الاسلام و المسلمین عبدالحق محدث دہلوی اپنے قصیدے میں یوں عرض کرتے ہیں۔

خراہم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ ﷺ

جمال خود نماز رحمہ بجان زار شیداکن

ترجمہ: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے غم و فراق میں فریفتہ ہو چکا ہوں، اپنا جمال

دکھائیں اس جان زار عاشق پر رحم فرمائیں۔“

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما

بلطف خود سر سامان جمع بے سرو پاکن

ترجمہ: جیسے بھی ہو یا رسول اللہ ﷺ! اپنے کرم سے نوازیں اور اپنی عنایت سے اس بے

یار و مددگار کو سامان بخشیں۔ (اخبار الاخیار، قاری، 323، اردو، صفحہ، 627-628)

(5) کشف ارواح کے ذکر ”یا احمد“ ”یا محمد“ کے دو طریقے ہیں، اول یہ کہ ”یا احمد“ کو داہنی

طرف اور ”یا محمد“ کو بائیں جانب سے پڑھتے ہوئے قلب میں ”یا مصطفیٰ“ کا خیال کرے،

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ”یا احمد“ ”یا محمد“ ”یا علی“ ”یا حسن“ ”یا حسین“ ”یا فاطمہ“ کا چھ طرف ذکر کرے، اس کے بعد تمام ارواح کا کشف ہو جائے گا نیز مقرب فرشتوں کے اسماء کا ذکر بھی یہی تاثیر رکھتا ہے یعنی ”یا جبرائیل“ ”یا میکائیل“ ”یا اسرافیل“ ”یا عزرائیل“ کا چہار طرفی ذکر بھی یہی اثر رکھتا ہے نیز ”یا شیخ“ ”یا شیخ“ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ”یا“ حرف ندا کو دل کی سیدھی جانب سے نکالے اور شیخ کی ادائیگی کے وقت دل پر ضرب لگائے اس سے بھی کشف ارواح ہو جاتا ہے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 199 صفحہ، اردو، صفحہ، 425)

(6) یا اس بندہ مکرم (ولی اللہ) کو نداء کرتا ہے ”اے بندہ خدا! اے ولی اللہ! میری سفارش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میرا مقصد و مدعا پورا فرمائے اور میری حاجت برآمد فرمائے پس عطا فرمانے والا اور جس سے سوال و امید ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔“ (اشعۃ الممعات، باب حکم الاسراء، ج، 5، صفحہ، 232)

جشن میلاد النبی ﷺ

- (1) حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری اور آپ ﷺ کی سلامتی پر خوشی کا اظہار کرنا قربت و عبادت ہے۔ (اشعۃ الممعات، کتاب الناقب، ج، 7، صفحہ، 416)
- (2) امام ابن جوزی کہتے ہیں، جب اس کافر ابولہب کو جس کی مذمت قرآن میں آئی اسے خوشی کا یہ صلہ ملا (کہ ہر پیر کے روز عذاب میں کمی ہوتی ہے) جب اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر مسرت کا اظہار کیا تھا، تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کی امت میں ہو کر آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی محبت میں جتنا ہو سکتا ہے خرچ کرتے ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً خدائے کریم کی طرف سے اس کی یہی جزا ہوگی کہ وہ اپنے عام فضل و کرم سے جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔

اور ہمیشہ سے ہی مسلمان حضور ﷺ کے ولادت کے مہینے میں محفلیں کرتے ہیں اور کھانے پکا کر اس مہینے کی راتوں میں طرح طرح کے تحفہ جات خوب تقسیم کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اس عمل کی برکت سے بی شمار برکات کا نزول ہوتا ہے اس محفل میلاد کے خصوصی مجربات میں سے یہ ہے کہ وہ سال بھر تک امان پاتے ہیں اور اس سے حاجت روائی و مقصود برآری کی بڑی بشارت ہے، پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے جس نے میلاد مبارک کے دن عید بنایا، تاکہ جس کہ دل میں بغض و عناد ہے وہ اسے دیکھ کر مزید جل اٹھے۔

(ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ 74)

(3) جو حضرات حرمین شریف میں محافل میلاد مبارک کا انعقاد کرتے ہیں اور میلاد شریف کے ذکر و بیان کرنے کا معمول رکھتے ہیں ان کا درود شریف سے قبل اس آیت کو پڑھنے کا معمول ہے، **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** اور پھر وہ اس حکم کو بجالانے کے لئے پڑھتے ہیں، **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ**۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 493)

(4) بارہویں تاریخ ہی آپ ﷺ کا یوم میلاد ہے اور یہی مشہور ہے اس پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ اسی تاریخ کو وہ حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔

(ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ 71)

(5) اگر ہم یہ کہیں کہ وہ رات جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے ہیں لیلة القدر سے بلاشبہ افضل ہے، اس لئے کہ یہ رات تو حضور ﷺ کی رات ہے اور لیلة القدر تو حضور ﷺ کو عطا ہوئی ہے اور جو چیز ذات شریف کے ظہور کے سبب سے مشرف ہو وہ اس چیز سے زیادہ شرف والی ہوگی جو ان کو عطا ہونے سے مشرف بنی ہو، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لیلة القدر تو اس لئے محترم ہے کہ اس رات فرشتے اترتے ہیں اور پیدائش کی رات میں تو حضور ﷺ کے ظہور کی شرافت

ہے، اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر کی فضیلت تو حضور ﷺ کی اُمت پر ہے اور شبِ میلادِ مصطفیٰ کی فضیلت ساری کائنات پر ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے ساری جہان کے لئے رحمت بنایا اور اسی ذات مقدس کے صدقے میں ہی تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام ہیں۔ (ماثبت من السنن، اردو، صفحہ 73 و مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 17)

(6) یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک ہزار روپے بغرض ایصالِ ثواب بارگاہِ نبوت ﷺ اس طرح خرچ کیا جاتا کہ روزانہ ایک ہزار روپیہ اس پر اضافہ کرتے رہتے، یعنی یکم کو ایک ہزار اور دوسری کو دو ہزار، تیسری کو تین ہزار، اور بارہویں کو بارہ ہزار روپے خرچ کرتے تھے حالانکہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ مہنگائی و ارزانی کا زمانہ تھا۔

(اخبار الاخیار، فارسی، 227 صفحہ، اردو، صفحہ 472)

میلاد مبارک کے بارے میں مزید عبارات پیش کرنے کے بجائے فقط ایک جامع حوالہ جو کہ دراصل شیخ کی دعا ہے اسے تحریر کر دیتے ہیں اسی سے میلاد کے بارے میں شیخ کا مسلک واضح و موکد ہو جائے گا اور اہل انصاف اس بارے میں شیخ کی محبت، عقیدت ملاحظہ کر لیں گے، شیخ فرماتے ہیں۔

”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق جانوں، میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود ہے البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے اس لئے اے ارحم الراحمین! مجھے پورا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری

بارگاہ میں قبول ہوگا۔“ (اخبار الاخیار، فارسی، 320 صفحہ، اردو، صفحہ 624)

اعراس بزرگان دین

(1) اگر تم یہ کہو کہ ہمارے ملک میں مشائخ کرام کی وفات کے دنوں میں عرس کا رواج ہے اس کی کیا اصل ہے اگر تمہارے علم میں اس کی اصل موجود ہے تو بیان کرو؟ تو میں جواب میں کہوں گا کہ میں (شیخ عبدالحق) نے یہی سوال اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی مکی سے کیا تھا تو انہوں نے اس کے بارے میں جواب دیا کہ ہمارے مشائخ کے طریقے اور ان کی عادتیں ہیں اور اس بارے میں ان کی کچھ نیتیں ہیں، میں نے پھر عرض کیا کہ تمام دنوں کو چھوڑ کر اسی دن کو کیوں خاص کیا؟ تو فرمایا، ضیافت (مہمان نوازی) مطلق سنت ہے لہذا تمام دنوں کی تعین سے قطع نظر کی جائے گی، شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں، مثلاً مصافحہ کہ بعض مشائخ بعد نماز کرتے ہیں، دسویں محرم (عاشورہ) کو سرمہ لگانا، کہ سرمہ لگانا تو مطلقاً سنت ہے اس کے بعد فرمایا، بعض متاخرین نے مغرب کے مشائخ کرام سے نقل کیا کہ جس دن ان کا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وصال ہوا اس دن دیگر دنوں کی نسبت خیر و برکت اور نورانیت کا امیدوار ہونا بہت اچھا ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جنہیں متاخرین نے مستحسانات میں شمار کیا ہے۔

(مائت من السنہ، اردو، صفحہ، 146)

(2) صاحب کتاب ”ذخیرۃ“ احناف سے نقل کرتے ہیں، بعض احناف کے نزدیک

عرسوں میں سماع سے کوئی حرج نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک تو تمام مباح ہے۔

(مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 646)

اس عبارت میں ائمہ احناف کے حوالے سے ”صاحب کتاب ذخیرۃ“ (یہاں پر یا تو قاضی

ابوعلی حسن بن عبداللہ بغدادی شافعی متونی 425ھ مراد ہے یا پھر امام شہاب الدین ابوالعباس

احمد بن اور لیس قرانی مالکی مراد ہے کیونکہ دونوں اماموں نے ذخیرہ کے نام سے کتاب لکھی ہے)

نے عرسوں میں سماع کا جواز نقل کیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی اعراس بزرگان دین مروج تھا تب ہی تو سماع کو اس میں جائز و مباح کہا گیا، اگر بالفرض عرس ناجائز ہوتا تو اس میں سماع کے بارے میں اباحت کا قول کیوں بیان کیا جاتا؟ پتہ چلا کہ اس دور میں بھی اعراس بزرگان دین منعقد ہوتے تھے اور اس کو ائمہ و فقہاء احناف نے بالخصوص جائز و روا رکھا ہے اسی طرح دیگر فقہاء شوافع اور مالکیہ و حنابلہ کا بھی مذہب ہے، اب جو اعتراض کرتے ہیں انہیں شیخ کے اس حوالے پر غور و فکر کرنا چاہیے۔

(3) ایک مرتبہ آپ (شیخ خواجہ حسین ناگوری جو کہ شریعت و طریقت کے مسلمہ امام ہیں) نے اپنے جد امجد (غالباً خواجہ صوفی حمید الدین ناگوری) کا عرس کیا اور کھانا تیار کرا کر لوگوں کو کھلایا اور اپنے حصہ کا کھانا افطار کے لئے رکھ لیا آپ کے علاوہ اہل ناگور نے بھی آپ کے جد امجد کے عرس کے موقع پر چاول اور ساگ وغیرہ کا کھانا تیار کیا آپ نے اس میں سے بھی اپنا حصہ لیا اور سب یکجا کر کے افطاری کے لئے رکھ دیا (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 182، اردو، صفحہ 394)۔

اس عبارت سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اعراس بزرگان دین ہمیشہ سے اکابرین علماء و مشائخ اور صالحین کا طریقہ رہا ہے، وہ اسے منعقد کرتے رہے ہیں، اب جو معترض ہے وہ شیخ کے اس حوالے پر ذرا توجہ کرے اور حق کو قبول کرے، اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(4) حضرت شیخ امان پانی پتی متوفی 997ھ کے بارے میں شیخ لکھتے ہیں۔

گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث الثقلین (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی) کا عرس کیا اور فرمایا کہ غوث پاک سے پہلے قدم اٹھانا درست نہیں چنانچہ اس دن عرس کے لیے جو کھانا پکوا یا تھا تقسیم کر دیا، بارہ ربیع الثانی کو آپ پر سکرات موت کا غلبہ ہوا تو آپ نے اسی حالت میں کلمات توحید بیان کرتے ہوئے بارہ ربیع الثانی 997ھ کو انتقال فرمایا۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 242، اردو، صفحہ 498)

(5) شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں، میں ایک دن آپ (یعنی سیدی شیخ

میرا براہیم متوفی 953ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آج حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عرس ہے اگر آپ مجلس میں شرکت فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

(اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 251، اردو، صفحہ 512)

(6) بقر عید کے ایام میں اس علاقہ (دہلی) کے رہنے والے شہر سے نکل کر حضرت مولانا

مجدالدین حاجی متوفی 623ھ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو مولانا مجدالدین کا ختم

شریف کہتے ہیں۔ (اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 50، اردو، صفحہ 113)

ایصالِ ثواب

(1) حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح دعا

و استغفار کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے، اہل حق (اہل سنت و جماعت) کا مذہب یہی ہے، ہاں

بدنی عبادات میں اختلاف ہے، مثلاً نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ، اس میں بھی پسندیدہ و مختار

قول یہی ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے، امام عبداللہ یافعی نے ”روض الریاضین“ میں فرمایا:

کہ شیخ اجل امام علامہ عزالدین بن عبدالسلام کو لوگوں نے بعد وفات خواب میں دیکھا تو انہوں

نے فرمایا، ہم دنیا میں فتویٰ دیا کرتے تھے کہ تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر

اس عالم برزخ میں آکر ہم نے اس کے خلاف پایا ہے (یعنی ثواب ملتا ہے)۔

(احمد الممعات، کتاب الزکوٰۃ، ج 3، صفحہ 152 و مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 261)

(2) مُردوں کیلئے زندوں کی دعاؤں اور بہ نیت ثواب صدقہ دینے میں اہل قبور کیلئے عظیم

نفع ہے اس سلسلے میں بہت سی احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں، نماز جنازہ بھی اسی سلسلے کی ایک

کڑی ہے (یعنی اس سے بھی میت کے لئے دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب ہوتا ہے)۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 138)

(3) شیخ احمد مجد شیبانی متوفی 927ھ اپنے شیخ خواجہ حسین ناگوری کے اصول کے مطابق 10 محرم

الحرام اور بارہ ربیع الاول (اس جگہ مذکورہ شیوخ حضور ﷺ کا یوم وصال مراد لے کر ایصالِ ثواب کا اہتمام بارہ ربیع الاول کو کیا کرتے تھے یہ تاریخ ان شیوخ کے نزدیک معتبر ہوگی لیکن جمہور علماء اسلام نے یوم وصال 2 یا 13 ربیع الاول قرار دیا ہے، بہر حال یہاں مقصود ایصالِ ثواب کرنا ہے) کو نئے اور دھلے ہوئے کپڑے پہنا کرتے، ان ایام میں راتوں کو زمین پر سوتے اور سادات کے قبرستان میں اعتکاف کرتے اور دن کو ازواجِ مطہرات اور حضور ﷺ کی روح کو ایصالِ ثواب کی غرض سے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور صحابہ کرام اور تمام مشائخِ عظام کی فاتحہ خوانی حتی الامکان ہرگز ترک نہ کرتے۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 184، اردو، صفحہ 398)

(4) حدیث شریف میں آیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی باگاہ میں عرض کی ”کونسا صدقہ بہتر ہے کہ میں اپنی والدہ کی طرف سے دوں؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”پانی دو کہ بہترین صدقہ ہے“ حضرت سعد بن عبادہ نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق کنواں کھدوا کر فرمایا ”هٰذِهِ لَامٌ سَعْدِي“ یعنی ”یہ کنواں سعد کی والدہ کے لئے ہے“ مالی عبادت میں صدقہ بالاتفاق صحیح ہے اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، البتہ بدنی عبادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

(احیاء الموات، باب ائمان العبد الشکر، ج 4، صفحہ 505، بحیث الایمان، اردو، صفحہ 138)

یہ حدیث مبارک اہل سنت و جماعت کی دلیل ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے نیز کسی کی طرف منسوب کر دینے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی جیسا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے نامزد کرتے ہوئے فرمایا ”هٰذِهِ لَامٌ سَعْدِي“ نامزد کرنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ صدقہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے لیکن اس کا ثواب فلاں شخصیت کے لئے ہے اور جیسا کہ ختم گیارہویں شریف و دیگر معمولات اہل سنت و جماعت میں بزرگوں کی جانب نسبت کر دی جاتی ہے وہ تمام اسی طریقے پر ہیں، دیوبندی و حابئی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اس نکتے کو

نہیں سمجھتے اور ایسے امور کو حرام قرار دیتے ہیں۔

یہ سراسر ناجائز و ممنوع طریقہ ہے، اس طرح کرنے سے امت میں انتشار و افتراق کی فضا سازگار ہوتی ہے، لہذا افعال و اعمال مسلمین کو حتی الامکان خیر و بھلائی کی جانب ہی پھیرا جائے گا اور جب یہاں اس فعل میں مسلمانوں کی نیت کی وضاحت بھی ہوگئی ہے کہ انکی نیت میں صدقہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے اور ثواب وغیرہ کسی بھی شخصیت کے لئے تو پھر کیوں اس وضاحت کو نظر انداز کر کے اسے حرام و ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور شریعت مقدسہ کے اصول و قوانین کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

مسئلہ سماع موتی

سماع موتی کے بارے میں "اشعة اللمعات" میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے ایک جگہ نہایت شرح و وسط کے ساتھ تحقیقی گفتگو کی ہے جس میں منکرین کے دلائل و شبہات کے جوابات تحریر کئے ہیں ہم اس تمام گفتگو کو یہاں من و عن نقل کر دیتے ہیں تاکہ ہر ایک یکساں مستفید ہو سکے۔

(1) یاد رہے کہ یہ حدیث صحیح (یعنی حضرت قتادہ کی روایت حدیث جس میں جنگ بدر کے بعد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ اس کنویں پر گئے جس میں ان کافروں کو ڈال دیا گیا تھا پھر آپ ﷺ نے ان کو پکارنا شروع کیا، یا فلاں بن فلاں الخ) اور امام بخاری مسلم کی روایت کردہ (یعنی متفق علیہ حدیث) اس بات میں صریح ہے کہ مردوں کا سننا ثابت ہے اور جس چیز کے ساتھ انہیں خطاب کیا جائے اس کا انہیں علم حاصل ہوتا ہے، اسی طرح امام مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگ دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو مردہ انکی جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جنت البقیع کے مدفون حضرات کی زیارت کے لئے

تشریف لے گئے انہیں مخاطب کر کے سلام کیا اور فرمایا ”اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو تمہیں وہ چیز پہنچی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں“ کیونکہ جو شخص سنتا اور سمجھتا نہیں ہے اس کے ساتھ خطاب معقول نہیں ہے اور ایسا فعل بے فائدہ شمار کئے جانے کے لائق ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی مکہ مکرمہ میں موجود قبر کی زیارت کرتیں تو انہیں مخاطب کر کے کہتیں، اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تمہیں اسی جگہ دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔

علامہ ابن ہمام نے شرح ہدایہ (فتح القدیر) میں فرمایا، اکثر مشائخ اس کے قائل ہیں کہ مردہ نہیں سنتا انہوں ”کتاب الایمان“ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں شخص سے کلام نہیں کروں گا پھر اس کی وفات کے بعد اس سے گفتگو کی تو اس قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم اس شخص کے بارے میں منعقد ہے جو سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔ (اس کی وضاحت آ رہی ہے)

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ مردہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اس جماعت (منکرین) نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ سنتا اس وقت کے ساتھ خاص ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے یہ سوال و جواب کے لئے تیاری ہے حالانکہ یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ظاہر حدیث یہ ہے کہ مردے کو یہ حالت قبر میں حاصل ہے، اس باب میں ذکر کی گئی حدیث نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے کافروں کی حسرت میں اضافہ کرنے کے لیے، مخفی نہ رہے کہ حدیث کو اس مطلب پر محمول کرنا محض احتمال

ہیں اور ایسی تاویل ہے جس پر اس وقت تک محمول نہیں کر سکتے جب تک کہ سننے کے محال ہونے پر کوئی دلیل (صریح) قائم نہ ہو جائے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سنانے پر قادر ہے اور حواس کا علم کیلئے سبب ہونا امر عادی اور محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے، اور کبھی یہ (منکرین) جواب دیتے ہیں کہ یہ گفتگو (مردوں کو خطاب کرنا وغیرہ) بطور مثال ہے یہ جواب تو پہلے جواب سے بھی زیادہ بعید اور کمزور ہے، باقی رہا قسم کا معاملہ تو ان کا مدار عرف و عادت پر ہے نہ کہ حقیقت پر (یعنی قسم کے بارے میں امام ابن ہمام نے جو ما قبل فرمایا، اس میں عرف کے اعتبار سے قسم نہیں ٹوٹے گی، اصلاً مردوں کے سننے کی نفی مراد نہیں)۔

اس جماعت (منکرین سماع موتی) کی مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس روایت کو رد کر دیا جب انہوں نے یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنی تو کہنے لگیں ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فرما سکتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ“ (احمل، ۸۰)، اور ”وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ“ (فاطر، ۲۲) اسی کی مثل امام ابن ہمام نے بھی فرمایا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تاویل کرتے ہوئے فرمایا کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اب تم جانتے ہو کہ جو کچھ ہم کہتے تھے حق ہے“ نیز یہ بھی فرمایا کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا ہے جس کی بنا پر انہوں نے جاننے کے بجائے سننے کا ذکر کر دیا“ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کے سننے کا انکار کیا اور قرآن پاک کی مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے، لیکن علماء کرام نے حضرت عائشہ کے ارشاد اور ان کے قرآن پاک سے استدلال کا جواب دیا ہے اور حضرت عائشہ کے اس ارشاد کو قبول نہیں کیا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے، محمد بن اسحاق نے ”مغازی“ میں سندِ جید اور امام احمد بن حنبل نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت عمر کی حدیث جیسی (اثبات سماع والی) حدیث روایت کی ہے گویا حضرت عائشہ نے انکار (سماع موتی) سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اکابر صحابہ کی روایت ثابت ہو چکی تھی اور پھر حضرت عائشہ خود اس واقعہ (جنگ بدر میں) حاضر بھی نہ تھی۔

علماء کی وہ جماعت جو سماع موتی کی قائل ہے انہوں نے حضرت قتادہ کے قول سے استدلال کیا ہے جو حدیث کے آخر میں واقع ہوا ہے، اس قول کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندگی کی ایک قسم اور ایک حالت عطا کی جاتی ہے جس سے سماع حاصل ہوتا ہے، حضرت قتادہ کے اس قول میں حضور ﷺ کی تخصیص نہیں ہے کہ یہ سماع بطور معجزہ واقع ہوا اور نہ ہی ان مردوں کی تخصیص ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمام مردوں میں وہ حالت پیدا کر دے، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو اور کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو، خوب غور کرو اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسی چیزوں سے پُر ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کو دنیا اور دنیا والوں کا علم ہوتا ہے پس اس کا انکار وہی کرے گا جو احادیث سے جاہل ہو اور دین کا منکر ہو۔ (احمد المصنفات، باب حکم الاسراء، ج، 5، صفحہ، 231، 229 مدارج النبوة، اردو، ج، 2، صفحہ،

(139.141)

(2) تمام اہل سنت و جماعت اس پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب مردوں کیلئے اور خاص کر انبیاء علیہم السلام کے لئے ادراک مثل علم و سماع ثابت ہے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ، 270)

(3) جہاں تک علم اور سماع یعنی جاننے اور سننے کا تعلق ہے تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ علماء کی یہ تصریح موجود ہے کہ یہ صفات تمام مردوں کو حاصل ہوتی ہیں۔

(مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 219)

کرامات اولیاء اللہ ﷺ

(1) تمام اہل حق ”اولیاء اللہ“ کی کرامات کے جواز کے قائل ہیں، ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشری اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو، ہمیشہ اطاعت بجالائے اور منع کردہ لذات و شہوات سے روکنے والا ہو، تقویٰ اور اتباع میں بحسب مراتب کامل ہوتا ہے وقوع کرامت یہ کتاب و سنت اور صحابہ کی اخبار متواتر سے ثابت ہے اور یہ تواتر معنوی ہے انصاف اور ترک عناد کی صورت میں ان کے انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔

(اوند الممعات، باب المعجزات، ج، 7، صفحہ، 329)

(2) اولیاء کی کرامات حق ہیں، ولی اسے کہتے ہیں جو عارف باللہ، اطاعات پر مواظبت، معاصی سے اجتناب، خواہش نفسانی و اغراض اور مباح لذتوں و شہوتوں سے پرہیز رکھے، اگر ایسے شخص سے خوارق عادات یعنی کوئی کرامت وقوع پذیر ہو جائے تو جائز ہے، کیونکہ یہ درحقیقت نبی ہی کا معجزہ ہے جو اس نبی کے امتی کے ہاتھوں ظاہر ہوا ہے، بعض اولیاء محمد یہ سے کرامات کا صدور بطریق شہرت و تواتر پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے، جن میں اصلاً تردد و انکار کی گنجائش نہیں ہے خصوصاً بعض اعظم اولیاء کرام، مثلاً غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی اور آپ کی مثل اولیاء کرام وغیرہ، اور مذہب حق یہی ہے کہ جو کچھ نبی سے بطریق معجزہ صادر ہو، جائز ہے کہ وہ ولی اللہ سے بطریق کرامت ظاہر ہو (اس کلیہ کے بارے میں کچھ تفصیل بھی ہے جس کا یہ مقام متحمل نہیں، کتب علم کلام کی جانب مراجعت کریں)۔ (تکمیل الایمان، اردو، صفحہ، 133، 134)

معراج جسمانی

(1) تحقیقی بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان اور

پر ہے کہ اس مقام پر لے جاتے ہیں خلوت خاص میں رسائی ہوئی ہے لیکن اعلیٰ و اکمل چیز جو چاہی گئی یعنی دیدارِ الہی وہ نہ کرایا جائے؟ اور حضور ﷺ اس پر راضی ہو جائیں؟

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے پر بھی محروم رہے تو بے ہوش گر پڑے، تو دیکھنے میں آیا جو ہرگز نہ دیکھ سکتے تھے یہ آپ کی شتابی اور بیتابی کی جزا تھی، تحقیق یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی ناکامی اس لئے تھی کہ ابھی تک سید المرسلین، سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ دیکھا تھا اور اس دولت تک رسائی نہ ہوئی تھی تو دوسرے کو کیا مجال کہ وہ طلب کرے اور دیکھے۔

تمام علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا میں رویتِ الہی کا امکان ہے اور پھر امکان کے بعد کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ مقام معراج دراصل آخرت سے ہے جو کچھ بھی دیکھنے یا پانے کی چیز آخرت میں ہوتی ہے وہ آپ ﷺ نے دیکھی اور پالی تاکہ مخلوق کو عین الیقین کے ساتھ دعوت

دیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 267)

(3) حق بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے پروردگارِ عالم کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا، یہی جمہور صحابہ کا مذہب ہے، ورنہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا تو یہ تمام احوال میں حاصل ہے اس میں حالت معراج کی خصوصیت نہیں ہے۔ (تعمیل الایمان، اردو، صفحہ 88)

تمکات انبیائے کرام و صالحین ﷺ

(1) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ صالحین کے آثار و تمکات سے برکت اور لذت

حاصل کرنا جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔ (اشعۃ الملتعات، کتاب الطہارۃ، ج 1، صفحہ 612)

(2) اس ازار کو کفن میں رکھنا تاکہ اس کی برکت اسے پہنچے (یہاں حضور ﷺ کا ازار مبارک

مراد ہے جسے حضرت زینب کے لئے کفن میں شامل کرنے کا حضور ﷺ نے خود حکم دیا تھا) اس

حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے آثار و نشانات سے بعد موت قبر میں

برکت حاصل کرنا مستحب ہے جس طرح قبل موت بھی ان کے تبرکات سے برکات حاصل کرنا مستحب ہے۔ (ایضاح الممعات، کتاب الجنائز، ج 2، صفحہ 829)

(3) حدیث پاک سے حضور ﷺ کے وضو مبارک کے بچے ہوئے پانی کے تبرک ہونے کا استحباب ظاہر ہوتا ہے، نیز آب زم زم کی طرح بطور تبرک لے جانے کا ثبوت بھی ہے، حضور ﷺ مدینہ منورہ میں ہوتے تھے اور حاکم مکہ سے آب زم زم منگوا یا کرتے تھے اور تبرک کے طور پر رکھتے تھے آپ ﷺ کے وارثوں یعنی علماء صلحاء کی فضیلت و شان بھی اس پر قیاس کرنی چاہیے۔

(ایضاح الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 116)

(4) پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اور گرامی نامہ (خط مبارک) ان (نجاشی) کی طرف بھیجا، دونوں فرمان عالی (خطوط مبارک) ان کی اولاد کے پاس موجود ہیں جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (ایضاح الممعات، باب الکفار، ج 5، صفحہ 188)

(5) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا، زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (ایضاح الممعات، باب الملام، ج 6، صفحہ 425)

(6) یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ تبرک مقامات اور صالحین کے قریب دفن ہونا مستحب و افضل ہے۔ (ایضاح الممعات، باب بدء الخلق، ج 7، صفحہ 118)

(7) جب حکم الہی کے مطابق سرور انبیاء اکامدن یہی حجرہ شریف قرار پایا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حجرہ میں قیام فرماتھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا، قبر شریف کے پاس جب لوگ کثرت سے آنے جانے لگے اور یہاں کی خاک بھی بطور تبرک لے جانے لگے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مکان کے دو حصے کر دیئے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 157)

(8) حضور نبی کریم ﷺ نے اس پتھر پر ٹیک فرما کر گہنی مبارک رکھی تھی ایک دوسرے پتھر پر انگلیوں کے نشانات ہیں، لوگ ان تمام پتھروں سے برکات حاصل کرتے ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ، 187)

(9) حضور سید المرسلین ﷺ کی کرامات و برکات اور جن اشیاء کو حضور ﷺ کے مس کرنے یا قرب عطا کرنے کے باعث کرامات و برکات میسر ہوئی ہیں ان کے ضمن میں صحیح حدیث کی روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق نے ایک جبہ اطلس کا بنا ہوا نکالا، اور بتایا کہ یہ جبہ شریف حضور ﷺ نے پہنا تھا اور اب ہم مریضوں کو اس کے کنارے کا دھون پلاتے ہیں تو فوراً شفا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ کا ایک پیالہ بھی تھا اس میں بھی مریضوں کو پانی ڈال کر پلانے سے شفا مل جاتی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک رکھے ہوئے تھے جس کو جنگ میں پہنتے تھے، جس جنگ میں اسے پہن کر شامل ہوتے انہیں فتح حاصل ہوئی تھی۔ (مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 311)

(10) آپ ﷺ جس وقت سر مبارک اور ڈارھی شریف میں کنگھی کرتے تو اگر کوئی بال مبارک ہوتا تو صحابہ اس کو بطور تبرک بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ لیتے اور پھر اس تبرک کو بڑا محفوظ رکھتے تھے۔ (مدارج النبوة، اردو، ج، 2، صفحہ، 291)

(11) ام عمارہ فرماتی ہیں ”میں نے بہت کوشش کی تو چند بال مبارک مجھے حاصل ہو گئے اور وہ ہمیشہ میرے پاس رہے، میں ان کو دھو کر غسلہ کا پانی بیماروں کو دیا کرتی تھی اور ان کو شفا ملتی تھی“۔ (مدارج النبوة، اردو، ج، 2، صفحہ، 303)

(12) حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے پاس رسول اللہ ﷺ کی چادر، قمیص، موئے مقدس

اور ناخن شریف رکھتے تھے، ان کی وصیت تھی کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی قمیص پہنائیں، چادر میں لپیٹیں اور ان کا ازار مبارک اوپر رکھ کر کفنایا جائے، اور میرے منہ، ناک اور مواضع سجود میں حضور ﷺ کے بال مبارک اور ناخن مبارک رکھے جائیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 744)

(13) مروی ہے کہ حضور ﷺ کے چند تبرکات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے وہ اپنے گھر میں اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے تھے وہ روزانہ ایک مرتبہ ان کی زیارت کرتے تھے بعض اوقات کوئی معزز شخص آتا تھا تو وہ اس کو اس مکان میں لے جا کر تبرکات کی زیارت کراتے تھے۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 842)

مندرجہ بالا حوالہ جات میں تبرکات کے بارے میں نہایت شافی بیان ہو چکا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ تبرکات النبی ﷺ سے بالخصوص اور دیگر تبرکات سے بالعموم حصول برکت کا معمول اب سے نہیں بلکہ صحابہؓ، تابعین اور علماء مجتہدین کے زمانہ برکت نشان سے متواتر چلا آ رہا ہے اس لئے جو لوگ اسے مورد الزام بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور اسے بدعت وغیرہ کے زمرے میں ڈالتے ہیں تو درحقیقت یہ انکی اپنی پراگندہ سوچ اور دقیانوسی خیالات کا شیطانی کرشمہ ہے، انہیں چاہیے کہ اس شیطانی مکاریوں سے اپنے خیالات کو پاک کریں اور راہ ہدایت پر گامزن ہونے کی کوشش کریں کیونکہ قرآن و سنت کی واضح نصوص اور ائمہ اسلام کے ارشادات اس مسئلے کے اثبات میں موجود ہیں۔

اسی سلسلے میں مخالفین کی جانب سے قبور انبیاء و اولیاء سے تبرک کے حصول کو بھی کفر و شرک کہہ دیا جاتا ہے اور قبور سے تبرک حاصل کرنے والوں کو بت پرست، قبر پرست کے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے، یہ نہایت قبیح اقدام ہے اور شریعت مطہرہ کے مقابل دیدہ دلیری کوشش ہے (نعوذ باللہ) لہذا ایسے کہنے والوں کے لیے ہم چند حوالہ جات ذیل میں تحریر کرتے ہیں جن میں

صحابہ و تابعین کے زمانے میں اس فعل کا ثبوت ہے بلکہ خود کے سامنے بھی یہ فعل ہوا اور حضور ﷺ نے اسے جائز رکھا لہذا اب تو سنت کی تائید بھی حاصل ہو چکی، اب تو انکار کو چھوڑ کر ہدایت کو اپنالینا چاہیے۔

(14) امام محمد بن المنذر کی روایت ہے ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے کسی آدمی نے خاک کی ایک مٹی اٹھائی اور اپنے ساتھ لے گیا ازاں بعد اس نے دیکھا کہ وہ مٹی مشک اذخر بن چکی ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا، سبحان اللہ! سبحان اللہ۔

(مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 258)

(15) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول کی قبر انور مرؤ کے علاقے میں ہے کیونکہ آپ وہاں جہاد اسلامی کے لئے آئے تھے، لوگ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مجموعہ الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 568)

(16) حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کو جب دفن کیا گیا تو آپ کی قبر انور سے نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو آتی تھی اور مدت دراز تک یہ خوشبو آتی رہی، لوگ زیارت کے لئے آتے تھے اور قبر مبارک کی خاک بطور تبرک لے جاتے تھے یہاں تک کہ قبر میں کافی گڑھا پڑ گیا تو قبر کے تعویذ پر لکڑی کا پنجرہ بنا کر رکھ دیا گیا تاکہ تعویذ پر سے لوگ مٹی نہ اٹھا سکیں، اب لوگ پنجرے کے باہر سے قبر کی مٹی اٹھاتے تھے اس مٹی سے بھی وہی خوشبو آتی تھی، یہ خوشبو عرصہ دراز تک زائرین کے دماغ معطر کرتی رہی۔ (مقدمہ الممعات، حالات امام بخاری، ج 1، صفحہ 147)

(17) امام شافعی کی قبر انور ”قراۃ“ میں ہے، لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس سے

برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مقدمہ الممعات، حالات امام شافعی، ج 1، صفحہ 154)

شیخ محقق اور بدعت کا مفہوم

معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا ”بدعت“ کہلاتا ہے پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو اور کتاب و سنت پر قیاس کیا گیا ہو ”بدعت حسنہ“ کہلاتا ہے اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے ”بدعت ضلالہ“ کہتے ہیں اور ”كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو بدعات حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب و ضروری ہے جیسے علم صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا، کہ اسی کے ذریعے سے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے، اسی طرح کتاب و سنت کے غرائب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا، اور دوسری بہت سی چیزیں اور علوم جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔ کچھ بدعات حسنہ مستحسن و مستحب ہیں، جیسے سرائیں اور دینی مدارس تعمیر کرنا، بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے بعض علماء کے نزدیک مسجدوں اور قرآن مجید کی جلدوں اور غلافوں وغیرہ کی زیبائش و آرائش اور ان کے نقش و نگار، اور بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کی فراوانی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنا بشرطیکہ یہ چیزیں حلال و جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں، نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہو، اسی طرح بعض اور چیزیں بھی مباح ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں جیسے آنے کو چھلنی سے چھاننا وغیرہ، بعض بدعات حرام ہیں، جیسے اہل بدعت و ہوا کے مذاہب باطلہ جو کتاب و سنت کے مخالف ہیں۔ اور جو نبی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھی ”بدعت“ کہلائیں گی، تاہم وہ ”بدعت ضلالہ“ نہیں بلکہ ”بدعت حسنہ“ ہوں گی، بلکہ بدعت بھی نہیں درحقیقت سنت میں داخل ہیں کیونکہ حضور نے فرمایا، میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 422)

اماکن مقدسہ پر عمارات اور مزارات پر گنبد بنانا

(1) آخر زمانے میں چونکہ عوام کی نظر ظاہر تک محدود ہے اس لئے مشائخ اور اولیاء کے مزارات پر عمارت بنانے میں مصلحت کو دیکھتے ہوئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا جائے تاکہ وہاں اسلام اور اولیائے کرام کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو، خصوصاً ہندوستان میں جہاں دشمنان دین ہنود اور دوسرے کافر بہت ہیں، ان مقامات کی شان و شوکت سے وہ لوگ مرعوب اور مطیع ہو گے بہت سے اعمال، افعال اور طریقے ایسے ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں ناپسند کیے جاتے تھے لیکن بعد کے زمانے میں پسندیدہ قرار دیے گئے۔ (شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ 272)

(2) اسلاف اس کو مباح جانتے تھے کہ جو علماء مشائخ مشہور ہیں ان کی قبور پر قبے بنائے جائیں اس لئے کہ لوگ وہاں کی زیارت کیا کریں اور ان قبوں میں آرام کر سکیں اور سائے میں بیٹھا کریں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں (صاحب مرقاة المفاتیح) نے تراش کردہ اینٹوں سے بنائی ہوئی قبور بخارا میں دیکھی ہیں اور اسماعیل زاہد نے اسے جائز کہا ہے، اور یہ مشہور واکابر فقہاء میں سے ہیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 609)

(3) طارق بن عبد الرحمن نے بیان کیا ہے کہ میں حج کے واسطے گیا تو ایک جماعت کو میں نے حدیبیہ میں نماز پڑھتے دیکھا اس وقت مکہ جانے کا راستہ یہی راہ حدیبیہ تھی اب حدیبیہ دائیں ہاتھ پر رہ جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کو اس جگہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا اور پوچھا کہ ”یہ کیسی مسجد ہے اور اس مقام پر کیوں بنی؟“ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ”یہ اس درخت والی جگہ ہے جس کے نیچے صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کی بیعت سے شرف ہوئے تھے جسے ”بیعت رضوان“ کہا جاتا ہے، لوگوں نے اس مقام پر مسجد بنالی جیسا کہ مدینہ شریف اور جملہ آثار مصطفویہ میں اور آپ ﷺ کی راہوں میں مسجدیں بنائی ہوئی ہیں، اور

اس مقام کو باعث برکت گردانتے ہوئے لوگ وہاں پر برکت حاصل کرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 283)

(4) اس وقت صحابی رسول حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے، نامہ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھ میں لے کر سر آنکھوں پر رکھا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی، پس حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا اور تجھیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا اور ان کی قبر کے نزدیک ایک مسجد بنا دی۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 305)

(5) اگر قبر کے نزدیک مسجد بنائیں تاکہ وہاں نماز پڑھ لیا کریں بغیر قبر کی طرف توجہ کرنے کے، تاکہ وہاں کی مجاورت و ہمسائیگی میسر ہو جہاں پر انسانی جسم مبارک دفن ہے، اور ان کی (یعنی صاحب مرزا کی) نورانیت و رحانیت کے امداد سے عبادت میں کمال اور قبول ہو جائے تو اس طریقے سے ناجائز ہونے کا حکم لازم نہیں آتا اور اس طریقے میں کوئی باک (حرج) نہیں ہے۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 576)

(6) آج کل (یعنی شیخ محقق کے زمانے میں) اس عریش (یعنی وہ جھونپڑی جو کہ میدان بدر میں جنگ کے دوران حضور ﷺ کیلئے بنائی گئی تھی) کی جگہ مسجد بنا دی گئی ہے جیسے کہ دیگر آثار شریف کے ساتھ مساجد تعمیر شدہ ہیں۔ (مدارج النبوة، اردو، ج 2، صفحہ 127)

(7) جہاں حضور ﷺ نے قربانی کی، اب بھی وہ جگہ معلوم و معروف ہے، اسے ”منخرالنبی“ کہتے ہیں، یہاں تبرکات ایک عمارت بنا دی گئی ہے۔

(احیاء الممات، باب الوقوف بعرفة، ج 3، صفحہ 722)

مزارات مقدسہ کے قرب و جوار کی برکتیں

(1) بہ قصد تعظیم کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا حرام ہے اس

حرمت میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، ہاں اگر اس کے قریب مسجد تعمیر کریں یا نماز ادا کریں بغیر اس کے کہ نماز میں اس کی جانب توجہ کی جائے (یعنی اسکی قبر کی جانب منہ کرنا) تاکہ اس کے جسدِ مطہر کے مدفن کے پڑوس کی برکت اور ان کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے عبادت میں کمال پیدا ہو جائے اور وہ عبادت شرف قبولیت حاصل کر لے تو اس نیت اور اس طریقہ میں کوئی خرابی نہیں اور نہ ہی کوئی حرج کی بات ہے۔ (ایضاح الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 113)

(2) مسجد نبوی ﷺ میں امام کے بائیں جانب کھڑے ہونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ قبر شریف اسی جانب ہے، اللہ تعالیٰ اس قائل کو اپنی رحمت سے نوازے۔

(ایضاح الممعات، کتاب الصلوٰۃ، ج 2، صفحہ 404)

(3) حدیث شریف واضح کر رہی ہے کہ متبرک مقامات اور صالحین کے قریب دفن ہونا مستحب و افضل ہے۔ (ایضاح الممعات، باب بدء الخلق، ج 7، صفحہ 118)

(4) حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (ایضاح الممعات، باب الملاحم، ج 6، صفحہ 425)

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک متفق علیہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اور جماعت علماء اس حدیث کی رو سے سبزہ اور گل وریحان قبور پر ڈالنے کو جائز قرار دیتی

ہے۔“ (ایضاح الممعات، کتاب الطہارۃ، ج 1، صفحہ 578)

نقش نعل پاک کے فضائل و برکات

علماء اسلام نے نعلین نبوی کی تمثیل اور نقشہ کے بارے میں باقاعدہ الگ رساں و کتب تحریر

کئے ہیں، اور بیان کیا ہے کہ اس سے برکات و منافع اور اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہوتا ہے مواہب میں بیان کیا گیا ہے کہ مقام درد پر نقش نعلین مبارک رکھا جائے تو درد ختم ہو جاتا ہے اور اگر نقش نعلین شریف ساتھ ہو تو راستہ میں لوٹ مار سے محفوظ رہتے ہیں، شیطان کے مکر و فریب سے بھی حفاظت رہتی ہے، حاسدین کے شر و فساد سے بھی محفوظ رہتا ہے نیز مسافت طے کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہے، اس کی تعریف و مدح و ستائش اور اسکے فضائل و برکات میں قصائد لکھے گئے ہیں۔ (شرح سفر السعادة، فارسی، صفحہ 438، و مدارج النبوة، اردو، ج 1، صفحہ 689)

جواز قیام تعظیسی

حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ کی آمد اور سیدہ فاطمہ آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر قیام کیا کرتے تھے، اس کی یہ تاویل کرنا کہ یہ قیام بطور محبت تھا نہ کہ بطور تعظیم و توقیر نہایت بعید ہے، علامہ طیبی نے ”محی السنہ“ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی بنا پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اہل علم و فضل کے لئے قیام جائز ہے۔ امام محی السنہ محی الدین نووی فرماتے ہیں کہ اہل فضل کی آمد پر ان کیلئے قیام مستحب ہے، اس بارے میں احادیث موجود ہیں نیز اس بارے میں صراحت ممانعت پر کوئی حدیث موجود نہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب القیام، ج 5، صفحہ 558)

ذکر بالجہر کا جواز

☆ ایک حدیث جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی شرح میں شیخ لکھتے ہیں: اس حدیث میں دلیل ہے کہ ذکر بالجہر جائز و مشروع ہے، ذکر بالجہر کرنا بلاشبہ جائز ہے، ہاں جس موقع پر ذکر بالجہر نہیں آیا وہاں آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر، ج 2، صفحہ 536)

اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہیے

(1) یعنی اقامت شروع ہونے کے ساتھ ہی نماز کیلئے نہ اٹھ کھڑے ہو بلکہ مجھے گھر سے باہر مسجد میں آتا دیکھو تو نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو، کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نمازیوں کو ”حی علی الصلوٰۃ“ کے الفاظ پر کھڑے ہونا چاہیے، اور شاید کہ حضور ﷺ بھی اسی وقت باہر تشریف لاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الاذان، ج، 2، صفحہ، 69، اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، لواحق و تہات، ج، 2، صفحہ، 96)

تدفین کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو پھر اس کے لیے ایمان پر قائم رہنے کی دعا کرو کہ بے شک اس سے اب سوال ہوگا (ابوداؤد) شیخ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اور یہ دعا و طلب استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفن میت کے بعد کرتے ہیں (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف تلقین کی جائے اور دعا وغیرہ نہ مانگی تو یہاں شیخ نے واضح فرما دیا کہ یہ دعا اس تلقین کے علاوہ ہے) یہ تلقین بہت سے شوافع و احناف کے نزدیک مستحب ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

اور اول ”سورۃ بقرہ“ سے ”مفلحون“ تک اور اس کا آخر ”امن الرسول“ سے ختم سورۃ تک پڑھنا احادیث میں آیا ہے اور اگر اس وقت قرآن مجید ختم کریں تو یہ زیادہ بہتر و افضل ہے، اور مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ قبر پر قرآن پاک کا ختم کرنا مکروہ نہیں ہے اگرچہ بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن درست جواز ہی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 411)

شانِ اولیت و حدیث نور

(1) حضور نبی کریم ﷺ اول المخلوق اس لئے ہیں کہ عالم وجود میں سب سے پہلی تخلیق آپ اسی ہیں، حدیث میں آیا کہ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا، آپ ﷺ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں، حدیث میں ہے ”كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ لَمْ يَجِدْ فِي طِينَتِهِ“ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے آپ ﷺ اس لئے بھی اول ہیں کہ روز میثاق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سوال ”أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ کا جواب آپ ﷺ نے ”قَالُوا بَلَى“ کہہ کر دیا۔ (مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 1)

(2) حضور نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ و اکمل فضیلت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا اور باقی تمام کون و مکان کی ارواح کو آپ ﷺ کی روح (کے فیض) سے پیدا فرمایا اور سب (اشیاء) کو آپ ﷺ کے نور سے پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 186)

(3) حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہے اور صدور کائنات کا واسطہ ہے، حضرت آدم و جمیع مخلوقات کی تخلیق کا واسطہ ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ اور تمام علوی و سفلی کون و مکان اسی نور سے پیدا شدہ ہیں، اسی جو ہر پاک سے تمام ارواح، عرشی و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملک و فلک، انس و جن، آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ اور درخت وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔

(مدارج النبوة، اردو، ج، 2، صفحہ، 1)

مشاجرت صحابہ

(1) یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور ادب و حقوق کے سلسلہ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کی عظمت و توقیر کی جائے، ان کے حقوق و احسان کی پہچان ہو، ان کی حقوق کی ادائیگی ہو اور ان صحابہ کی اتباع و اقتداء اختیار کی جائے۔ صحابہ کرام کے افعال اعمال

آداب و اخلاق کی سنتوں پر عمل پیرا ہوا جائے اس حد تک کہ جہاں تک عقل و شعور کی تاب رسائی نہیں۔

ہر صحابی کو حق حاصل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، اس کا ادب ملحوظ رکھا جائے اور انہیں دعا و استغفار سے یاد کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ نے فرمایا ”اہل اسلام کو یہ حکم فرمایا گیا ہے کہ وہ سب صحابہ رسول کے حق میں استغفار کریں لیکن کچھ لوگ وہ ہیں جو گالیاں دیتے ہیں“۔ (نعوذ باللہ)

چنانچہ صحابہ کرام پر طعن کرنا اولہ قطعہ کے خلاف ہے جس طرح ام المومنین سیدہ عائشہ پر بہتان باندھنا کفر ہے ورنہ بدعت اور فسق ہے (کذافی المواہب) صحابہ رسول ﷺ کے تنازعوں، مناقشوں اور ان کے گزشتہ واقعات کو ظاہر کرنے اور بیان کرنے سے گریز لازم ہے، اس سے اپنی زبان کو روکا جائے اور ان تمام باتوں سے اغماض و اعراض کرنا چاہیے جو مورخین بے بنیاد خبریں دیتے ہیں اور جاہل لوگ روایت کرتے ہیں۔

غالی شیعہ اور بے دین و گمراہ رافضیوں و مبتدعین کی باتوں سے بھی اجتناب برتنا چاہیے، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے جو نقائص، برائیاں اور خطا کاریاں بیان کرتے ہیں وہ زیادہ تر جھوٹ اور افترا ہوتا ہے۔ اور کتب تاریخ میں مذکور صحابہ کرام کے مشاجرات اور لڑائیاں جو پائیں تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اچھی اور بہتر کتب تاریخ سے ان کو ڈھونڈ کر انہیں اچھائی اور بہتری پر محمول کریں۔ ان کی برائی یا عیب کبھی بھی اپنی زبان پر نہ لائیں۔

صحابہ کرام کے نیک اعمال، اچھی عادات اور ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کرنا چاہیے اور جو کچھ بھی ان کے سوا پائیں اس سے چشم پوشی اختیار کریں کیونکہ ان کی صحبت جناب رسالت

مآب ﷺ کے ساتھ یقینی بات ہے اور جو کچھ بھی اس کے سوا ہے وہ سب ظن و خیال پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جو صحبت عطا فرمائی ہے ان کے حق میں وہی کافی ہے۔ اور اہل بیت نبوت کے حق میں اگر بالفرض صحابہ کرام میں سے کسی سے کوئی کوتاہی ہو بھی گئی ہو، تو امید ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شفاعت کے ذریعے معاف کر دی جائے گی، یہی طریقہ و مسلک اس ضمن میں اہل سنت و جماعت کا ہے اور کتب عقائد میں اسی طرح لکھا ہے کہ ”لا تُذْكَرُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ“ یعنی ان صحابہ میں سے کسی کا ذکر بھی خیر کے سوا نہ کرو، حدیث میں ہے ”إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا“ یعنی ”جب میرے صحابہ کا ذکر کرو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو“۔ (مدارج النبوة، اردو، ج، 1، صفحہ، 470، 469)

(2) اہل سنت و جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ ان (صحابہ کرام) کے بارے میں صرف کلمہ خیر ہی زبان پر لایا جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر کوئی بات اس کے خلاف منقول ہو (جس کی بنا پر صحابہ کرام پر اعتراض ہوتا نظر آئے) تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اسی میں سلامتی ہے۔ (بصحة للمعات، باب مناقب الصحابة، ج، 7، صفحہ، 381)

سیدہ عائشہ کی سیدہ فاطمہ سے محبت کا اظہار

حضرت جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوا میں نے ان سے سوال کیا کہ ”حضور ﷺ کے نزدیک انسانوں میں کون زیادہ محبوب تھا؟“ تو حضرت عائشہ نے فرمایا ”فاطمہ“ عرض کیا گیا ”مردوں میں سے کون؟“ فرمایا ”ان کے شوہر (یعنی حضرت علی)۔“

اس جگہ حضرت عائشہ صدیقہ کا انصاف اور ان کا سچ قابل دید ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا حالانکہ اس جگہ انہیں کہنا چاہیے تھا کہ میں اور میرے والد (جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت

عمر و بن عباسؓ کی روایت میں موجود ہے) اور بعید نہیں کہ اگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا جاتا تو وہ فرماتیں، عائشہ اور ان کے والد {ہاں واقعی بعید نہیں کیونکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 629، مکتبہ اسلامیہ لاہور میں یوں بیان کیا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے سیدہ کائنات فاطمہ سے دریافت کیا کہ ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کسے محبوب رکھتے تھے“ تو فرمایا ”عائشہ“ کو پھر لوگوں نے عرض کی ”مردوں میں کس کو محبوب رکھتے تھے“ تو فرمایا ”ان کے والد (حضرت ابو بکر صدیق) کو“ برخلاف گمراہی اور تعصب والوں کے کہ وہ ان حضرات (حضرت عائشہ و حضرت فاطمہ، اور صدیق اکبر و علی مرتضیٰ) کو ایک دوسرے کا مخالف اور دشمن قرار دیتے ہیں، حاشا وکلا! ایسا ہرگز نہیں۔

(اصح المسائل، باب المناقب الملبیة، ج، 7، صفحہ، 504)

شیخ محقق کا یزید پلید کے بارے میں موقف

(۱) بعض لوگوں ازراہ غلو و افراط اس (یزید) سے دوستی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ (یزید) بعد ازاں باتفاق مسلمین امیر ہو گیا تھا اور اس کی اطاعت سیدنا امام حسینؓ پر واجب ہو گئی تھی ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ وَمِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ“ حالانکہ سیدنا امام حسینؓ کی موجودگی میں یزید امام و امیر ہو جائے؟ اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے زمانے میں صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی ایک جماعت اس کی اطاعت سے منکر و خارج رہی، ہاں مدینہ پاک کی ایک جماعت کو زبردستی شام لے جایا گیا اور اس جماعت کے آگے خلعت ہائے فاخرہ اور سیم و زور رکھے گئے لیکن جب ان پر اس کے انجام کی قباحت منکشف ہوئی تو وہ مدینہ طیبہ واپس آگئے اور اس کی بیعت کا قلاوہ اتار پھینکا۔ یزید پلید، عدو اللہ، شرابی، تارکِ صلوٰۃ، زانی، فاسق اور حرام کو حلال جاننے والا شخص تھا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس نے حضرت امام کو شہید کرنے کا حکم نہ دیا تھا اور نہ ہی اس پر راضی تھا، اور بعد از شہادت امام و اہل

بیت مسرت و خوشی کا اظہار نہ کیا تھا، تو یہ بات بھی مردود و باطل ہے اس لئے کہ اس بد بخت کی اہل بیت سے عداوت اور ان کی شہادت کی خبر پر خوشی کا اظہار، اور مظلومانِ کربلا کی اہانت و تذلیل درجہ تو اتر معنوی کو پہنچ چکی ہے۔ (تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 129)

(۲) ہمارے نزدیک یزید پلید لوگوں میں انتہائی مبغوض شخص ہے، اس بد بخت و بد نصیب نے اس امت میں جو کام کئے ہیں وہ کوئی نہیں کر سکتا، بعد از قتل امام و اہانت اہل بیت اطہار، اس نے مدینہ پاک کی تخریب اور وہاں کے رہنے والوں کے قتل کرنے کی غرض سے لشکر کشی کی، جو صحابہ و تابعین باقی تھے ان کے قتل کا حکم دیا، مدینہ مطہرہ کی تخریب کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے، اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کا حکم دیا، ایسی حالت کے مابین وہ دنیا سے جہنم کی طرف کوچ کر گیا اب یزید کی رجوع و توبہ کا احتمال کہاں رہا؟

حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو سیدنا امام حسین صاور ان کے اعوان و انصار کی محبت و عقیدت مرحمت فرمائے اور ہر اس شخص سے جو اہل بیت نبوی کا بدخواہ و بداندیش اور ان کے حقوق کی پامالی کے درپے ہو اور ان سے محبت و صدق عقیدت نہ رکھتا ہو محفوظ رکھے نیز ہمیں اور ہمارے محبوبوں کو ان حضرات اہل بیت کے محبوبوں کے زمرے میں حشر فرمائے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 130)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان افراد کے نام اور ذوات کو جانتے تھے مگر فتنہ و فساد کے خوف کے پیش نظر نام نہیں لیتے تھے، ان میں سے بنو امیہ کے چھوکرے یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد بھی ہیں، اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ انہوں نے اہل بیت کو شہید و قید کیا، اسی طرح کبار صحابہ مجاہدین و انصار کو شہید کیا۔ (ابحاث اللغات، کتاب اللعن، ج 6، صفحہ 390)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حرہ سے آگاہ کیا تھا جو نہایت ہی قبیح، بدنما ہے، جس کے سننے اور

کہنے کے لئے زبان و کان متحمل نہیں یہ یزید پلید کے دور میں ہوا کہ امام حسین ؑ کی شہادت کے بعد ایک کثیر لشکر اس نے مدینہ طیبہ بھیجا اس نے شہر طیبہ اور مسجد نبوی شریف کی حرمت کو مباح کر دیا، صحابہ و تابعین کی کثیر جماعت کو انہوں نے اس طرح شہید کر دیا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ (ایضاً الممعات، کتاب الفتن، ج 6، صفحہ 398)

(۵) بنو امیہ، عبید اللہ بن زیاد قاتل امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما ان ہی میں سے ہے اور اس قاتل پر تعجب ہے! کہ اس نے یزید کا نام نہیں لیا جس نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل کا حکم دیا تھا بلکہ جو کچھ کیا اسی یزید کے حکم و رضا سے ہوا۔ (ایضاً الممعات، باب الناقب قریش، ج 7، صفحہ 371)

(۶) حدیث میں سیدنا امام حسین ؑ کے قاتل کے بارے میں واقع ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گویا کہ ایک سفید رنگ کے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو اپنا منہ اہل بیت کے خون میں ڈالے ہوئے ہے، شمر ملعون کی رنگت واقعی ایسی ہی تھی کیونکہ اسے برص کی بیماری تھی۔

(ایضاً الممعات، باب الحرم سبح الصید، ج 3، صفحہ 796)

خلافت صدیق و علی ؑ پر تفصیلی گفتگو اور شیخ کا موقف

یہ قوی ترین دلیل ہے (یعنی حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت شدہ حدیث غدیر خم کا یہ حصہ جس میں حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا تھا ” (هَبِأَيُّهَا ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأُمِّيتَ مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ) جس کے ساتھ شیعہ اپنے اس دعوے پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت کی خلافت کے بارے میں تفصیلی نص وارد ہے، وہ کہتے ہیں کہ ”مولیٰ“ کا اس جگہ معنی ہے ”امامت کا زیادہ حق دار“ اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے ”أَلَسْتُ أَوْلَىٰ بِكُمْ“ اس کا معنی مددگار اور محبوب نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام کو جمع کرنے، ان سے خطاب کرنے، اتنا مبالغہ کرنے اور حضرت علی ؑ کے لئے دعا کرنے کی حاجت نہیں تھی

کیونکہ اس بات کو تو تمام صحابہ جانتے تھے ایسی دعا تو صرف ایسے امام معصوم کے لئے ہوتی ہے جس کی اطاعت فرض ہو پس حضرت علی کا امت پر وہی حق ولاء ہوگا جو نبی کریم ﷺ کا امت پر حق ولاء ہے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص صریح ہے، یہ حدیث ”صحیح“ ہے جسے کسی شک و شبہ کے بغیر محدثین کی ایک جماعت مثلاً امام ترمذی، نسائی، امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی کثیر اسناد ہیں اس کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے، امام احمد کی ایک روایت ہے کہ اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب ان سے نزاع اور اختلاف کیا گیا تو ان صحابہ کرام نے اس حدیث کی گواہی دی، اس کی بہت سی سندیں صحیح اور حسن ہیں، جن حضرات نے اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں گفتگو کی ہے ان کا قول قابل توجہ نہیں ہے۔

اسی طرح ان حضرات کا قول بھی لائق التفات نہیں ہے جنہوں نے کہا کہ ”اللَّهُمَّ وَال مَنْ وَاللَّهُ“ کی زیادتی موضوع ہے، اس لئے کہ یہ زیادتی مختلف اسناد کے ساتھ وارد ہوئی، ان میں سے اکثر (اسناد) کی علامہ ذہبی نے صحیح کی ہے۔

لیکن ہم (شیخ محقق) شیعہ کو بطور الزام کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک امامت کی دلیل میں بالا تفاق تواتر معتبر ہے انہوں نے کہا ہے جب تک حدیث متواتر نہ ہو اس سے امامت کے صحیح ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اور یقینی بات ہے کہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔

اس لئے کہ اس میں اختلاف موجود ہے اگرچہ یہ اختلاف مردود ہے بلکہ اس پر طعن کرنے والے وہ عادل اور آئمہ حدیث ہیں جن کی طرف اس معاملے میں رجوع کیا جاسکتا ہے، مثلاً ابو داؤد، ابن ابی حاتم رازی نیز دیگر آئمہ، امام بخاری، مسلم، واقدی وغیرہ اکابر محدثین نے

اسے روایت نہیں کیا جو حفظ و ضبط والے (ائمہ کرام) ہیں، انہوں نے حدیث شریف حاصل کرنے کے لئے متعدد شہروں اور علاقوں کا سفر کیا یہ بات اگرچہ حدیث کے صحیح ہونے میں نخل نہیں لیکن ایسی حدیث کے بارے میں تو اتر کا دعویٰ کرنا عجیب ترین بات ہے حالانکہ شیعہ نے امامت کی حدیث میں تو اتر کو شرط قرار دیا ہے۔

امام ابن حجر مکی "صواعق محرقة" میں لکھتے ہیں، ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس جگہ مولیٰ کا معنی حاکم اور والی ہے بلکہ اس کا معنی محبوب اور مددگار ہے کیونکہ لفظ "مولیٰ" کئی معنی میں مشترک ہے اور مشترک کے بعض معانی کو دلیل کے بغیر معین کرنا ناقابل اعتبار ہے۔

اہل سنت و جماعت اور شیعہ محبوب و مددگار کے مراد ہونے پر متفق ہیں، حضرت علیؑ ہمارے سردار، ہمارے محبوب اور ہمارے مددگار ہیں، حدیث شریف کی روش سے بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مولیٰ کا معنی "امام" نہ تو لغت میں معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی شریعت میں، لغت کے کسی بھی امام نے اس معنی کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ وزن تو "مفعول" کا ہے لیکن معنی "افعل" والا ہے لیکن یہ اس لئے مناسب نہیں کہ کہا جاتا ہے، یہ چیز فلاں سے "اولیٰ" ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چیز فلاں سے "مولیٰ" ہے، حضرت علیؑ کی موالات پر نص کرنے کا مقصد اس بات پر تشبیہ کرنا ہے کہ ان کے بغض سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ موالات پر نص کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کی شرافت و فضیلت کو مضبوط اور مستحکم کرنا ہے، اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں فرمایا "کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت سے زیادہ قریب نہیں؟" اور دعا بھی اسی اعتبار سے ہے، بعض روایات میں اہل نبوت کا ذکر عموماً اور حضرت علیؑ کا ذکر خصوصاً آیا ہے، جسے امام طبرانی اور امام جزری سند صحیح کے ساتھ لائے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی محبت کی ترغیب اور تاکید مراد ہے۔

نیز محدثین فرماتے ہیں، اس ارشاد کا سبب یہ ہے کہ بعض صحابہ یمن میں علی مرتضیٰ ؓ کے ساتھ تھے انہوں نے بعض معاملات میں ان پر اعتراض کیا اور ان کی شکایت کی جیسا کہ حضرت بریدہ سلمیٰ وغیرہ، صحیح بخاری میں یہ روایت ہے اور علامہ ذہبی جیسے نقاد نے اس کی تصحیح کی ہے پس نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا۔ اے بریدہ! کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہیں؟

شیخ ابن حجر کی فرماتے ہیں، اگر ہم تسلیم کر لیں کہ ”مولیٰ“ کا معنی ”اولیٰ“ ہے تو یہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ امامت ہی کیلئے ”اولیٰ“ ہیں بلکہ یہاں قریب اور اتباع کے اعتبار سے ”اولیٰ“ ہونا مراد ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

”إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ“ (آل عمران، ۶۸) بے شک ابراہیم کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ اس احتمال کے خلاف دلیل قطعی تو کیا دلیل ظاہری بھی موجود نہیں ہے۔

اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ امامت کے لئے ”اولیٰ“ ہونا ہی مراد ہے لیکن اس بات کی کیا دلیل ہے کہ فی الحال امامت مراد ہے، ہم کہتے ہیں کہ اپنے وقت پر ان کی خلافت مراد ہے۔ خلفاء ثلاثہ کو پہلے خلیفہ بنانے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس اجماع میں حضرت علی بھی داخل ہیں، اور متعدد چیزوں سے صراحتہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ؓ خلیفہ ہوں گے تو حضرت علی ؓ کی خلافت پر نص کیسے ہو سکتی ہے۔؟

اس حدیث سے بوقت حاجت حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا اور نہ کسی دوسری شخصیت نے البتہ حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے اس حدیث سے اپنے دور خلافت میں استدلال کیا، پس ان کا اپنی خلافت کے زمانے تک استدلال سے خاموش رہنا

اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس امر کو جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے نص نہیں ہے نہ ان کی خلافت پر اور نہ کسی دوسرے صحابی کی خلافت پر، جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ کی مرض وفات کے دنوں میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس ﷺ آپ ﷺ کے پاس باہر سے تشریف لائے تو حضرت عباس نے حضرت علی مرتضیٰ ﷺ سے فرمایا، اس امر خلافت کے بارے میں سوال کریں اگر ہم میں ہوئی تو حضور ﷺ سے ہمیں معلوم ہو جائے گا حضرت علی مرتضیٰ ﷺ نے فرمایا ”میں سوال نہیں کروں گا“۔ اگر یہ حدیث جس میں گفتگو ہو رہی ہے حضرت علی مرتضیٰ ﷺ کی خلافت کے بارے میں نص ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کرنے اور آپ ﷺ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حضرت عباس ﷺ کا یہ فرمانے کی کیا وجہ تھی، اگر خلافت ہم میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ حالانکہ غدیر خم کا زمانہ کم و بیش دو مہینے کے فاصلے پر تھا اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ تمام صحابہ کرام ﷺ یوم غدیر خم کی حدیث کو بھول گئے یا اسے جاننے اور یاد رکھنے کے باوجود دیدہ و دانستہ چھپا گئے ہوں۔ (معاذ اللہ)

تو ماننا پڑے گا جب صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کی بیعت کی تو انہیں یہ حدیث معلوم بھی تھی اور یاد بھی تھی (اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا مطلب نہیں سمجھا جیسا کہ شیعہ اس حدیث سے خلیفہ بلا فصل ہونے کے قائل ہیں) حضور نبی کریم ﷺ نے یوم غدیر خم کے بعد خطبہ دیا اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کا حق واضح فرما دیا ارشاد فرمایا کہ تم پر کوئی شخص امیر نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے بے شک یہ ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت اور ان کے پیروکاروں کی محبت کا حکم دیا ہے لیکن محبت اور خلافت میں بہت فرق ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو اس نص کا علم تھا لیکن ازراہ ظلم، عناد و مکابرہ اس کی پیروی نہیں کی، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ ؑ نے تقیہ کی بناء پر مطالبہ اور احتجاج نہ کیا، لیکن یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے اس لئے کہ حضرت علی مرتضیٰ ؑ پوری قوت اور (مہین کی) بے اندازہ کثرت رکھتے تھے، ان کی شجاعت کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟

باوجود یہ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خود نص سنی تھی، ناممکن ہے کہ شیر خدا اس کی بنیاد پر عمل نہ کریں اور احتجاج نہ کریں نیز جب حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے حدیث شریف ”الْاِسْمَةُ مِنْ قَدِشٍ“ سے استدلال کیا تو ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ علی کے بارے میں خصوصی نص موجود ہے آپ اس عموم سے کیوں استدلال کر رہے ہیں۔

امام بیہقی امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ شیعہ کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور روافض انہیں کافر کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ چند افراد (صحابہ کرام) کے علاوہ سب حالت کفر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

قاضی ابو بکر کہتے ہیں کہ روافض کے مذہب کی بناء پر پورے دین اسلام کا باطل کرنا لازم آتا ہے کیونکہ جب اسلام کے اہم ترین حکم (خلافت) کے بارے میں نفسانی غرض کے تحت انہوں نے نصوص کو چھپایا، ظلم و افتراء و جھوٹ کا ارتکاب کیا (نعوذ باللہ) تو ان کی روایت کردہ حدیثیں سب جھوٹ کا پلندہ ہوں گی بلکہ یہ عیب (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہوگا کہ آپ ﷺ محبت و تربیت سے ایسے افراد تیار ہوئے۔ نیز حضرت علی ؑ کی جانب بھی (اعتراض ہوگا) کہ انہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں کوتاہی و سستی سے کام لیا (نعوذ باللہ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔

(ابودالمعات، باب مناقب علی، ج، 7، صفحہ، 465-462 و مدارج النبوة، ج، 2، صفحہ، 546، 549)

شیخ محقق کی سرکارِ غوثیت رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت

حضرت شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ہی اولیاء اللہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی اور آپ تمام ہی اولیاء اللہ کا ذکر نہایت ادب و احترام سے کرتے تھے، اس بات پر آپ کی کتب اور بالخصوص ”اخبار الاخیار“ شاہد و عادل ہے، لیکن خاص طور سے آپ کی عقیدت و محبت کا مرکز حضور سیدنا شیخ الانس و الجن ابو محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات تھی، آپ حضرت شیخ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اگر آپ کو ”قنانی الشیخ“ کہا جائے تو بجا ہے۔ حضرت شیخ محقق اپنے نام مبارک کے ساتھ بھی نسبت ”قادری“ تحریر فرماتے تھے اگرچہ آپ کو سلاسلِ اربعہ یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے علاوہ سلسلہ شاذلیہ، مدنیہ، رفاعیہ کی نسبت و اجازت حاصل تھی مگر الفت و محبت کا خاص جام ”دربارِ قادریہ“ سے ہی پایا تھا، آپ کے شیوخ طریقت میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی، شیخ عبدالوہاب متقی، خواجہ باقی باللہ اور آپ کے والد گرامی شیخ سیف الدین انتہائی مشہور و معروف ہیں۔

حضور غوثِ پاک سے آپ کی والہانہ محبت و عقیدت کی جھلک آپ کی مندرجہ ذیل عبارات سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

(۱) میرا مرکز اعتماد اُن صاحبِ قدم پر ہے جو مالکِ رقابِ اولیاء ہیں اور کوئی رہبر ایسا نہیں جو اُن کی خدمت میں اپنے سر کے بل نہ جائے اور ان کے قدموں پر اپنا سر نہ رکھے اور یہ سب کچھ خود ان ہی کی سرفرازی ہے، اُن کی صفت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قدم بہ قدم گامزن رہے بلکہ سرورِ دو عالم اہی کی طرح قدم بہ قدم چلتے رہے اور سعادت اسی کو ملی جس نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور ہر بات میں آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

(2) اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلفِ صادق ”قطب الاقطاب“ ہیں، اگر دوسرے سلطان ہیں تو یہ خلفِ صادق ”شہنشاہ سلاطین“ ہیں آپ کا اسم گرامی حضرت شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہے، جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا اور طریقہ کفار کو یکسر ختم کر دیا کیونکہ شیخ جلا تا اور مارتا ہے۔ (اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 315، اردو، صفحہ 613-614)

(3) شیخ کے مقام کا اس سے بھی اندازہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جو ”حی و قیوم“ ہے اس نے ہمیں اسلام عنایت کیا اور ”غوث الثقلین“ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا، غوث الثقلین کے معنی ہیں کہ انسان و جنات سب اس کی پناہ میں آتے ہیں، چنانچہ میں بیکس و محتاج بھی ان ہی کی پناہ کا طلبگار اور ان ہی کا درباری غلام ہوں۔ (اخبار الاخیار، قاری، صفحہ 315، اردو، صفحہ 614)

مسئلہ باغِ فدک اور شیخِ محقق

خیال رہے کہ بنی نضیر، فدک اور خبیر کے اموال خالص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے اور آپ کے بعد بھی باقی رہے، ان کے بارے میں جو کچھ واقعات پیش آئے ان میں طویل گفتگو و عجیب واقعہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کتب صحاح سے کچھ تفصیل نقل کی جائے، کیونکہ اس مسئلے میں گفتگو بڑی شہرت رکھتی ہے، خواص و عوام کی زبان پر جاری ہے اور بہت سے لوگوں کے فہم میں اس کی بنا پر خلل واقع ہوا ہے، اگرچہ سلسلہ کلام طویل ہو جائے گا (تاہم اس مسئلے کی تفصیل ضروری ہے) جس طرح ہم نے ایسے خصوصی مسائل میں شرح و بسط سے کلام کیا ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی راہِ راست کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

صحیح بخاری میں بواسطہ امام زہری حضرت مالک بن اوس الحدیثان سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کا خادم ”یرفاء“ حاضر ہوا اور کہنے لگا، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت

زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دروازے پر اجازت کے منتظر ہیں، اجازت دیں تو حاضر ہو جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہاں! انہیں بلا لاؤ“ کچھ دیر ٹھہر کر یفاء پھر حاضر ہوئے اور کہنے لگے ”حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کرتے ہیں، اجازت ہو تو انہیں بھی بلا لوں، فرمایا! انہیں بھی بلا لو“۔

دونوں حضرات تشریف لے آئے تو حضرت عباس نے کہا ”امیر المؤمنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں“ ان کا اموال فنی میں اختلاف تھا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نصیر سے دلوائے تھے، حضرت عباس اور حضرت علی میں تلخ کلامی بھی ہوئی، دوسرے صحابہ جو تشریف فرما تھے انہوں نے کہا ”امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور ان کا اختلاف رفع کریں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ذرا ٹھہریے صبر کیجئے! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم گروہ انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے“۔ تشریف فرما صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ”ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے“ حضرت عمر نے حضرت عباس و علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”میں تمہیں خداوند قدوس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے“ حضرت عباس اور حضرت علی نے کہا ”ہاں فرمایا ہے“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں تمہیں اس حقیقت کی اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فنی میں سے ایک چیز کے ساتھ مختص کیا ہے جو آپ کے سوا کسی کو نہیں دی“ پھر یہ آیت مبارکہ پڑھی ”وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا دَابِّ وَلَا كَثِيرٍ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ“ اور جو نعمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے

گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے خدا کی قسم! آپ نے وہ اموال اپنے پاس جمع نہیں کئے اور تم سے بچا کر نہیں رکھے بلکہ وہ اموال آپ حضرات میں تقسیم کئے یہاں تک کہ ان کا کچھ حصہ باقی بچ جاتا باقی مال لے کر وہاں خرچ فرماتے جہاں اللہ تعالیٰ کا مال صرف فرماتے یعنی کارہائے خیر اور مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیتے رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اسی پر عمل کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”میں رسول اللہ ﷺ کا ولی اور خلیفہ ہوں“ چنانچہ انہوں نے ان اموال کو قبضے میں لے کر اسی طرح صرف کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ صرف کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”آپ حضرات اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس عمل میں ایسے ہیں جیسے کہ تم کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کام میں سچے، نیکوکار حق کے پیروکار اور راہ راست پر تھے، پھر قضائے الہی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آلیا اور میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کا ولی اور خلیفہ ہوں میں نے اس مال پر قبضہ کیا اور اپنی خلافت کے دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس بات میں سچا اس معاملے میں نیکوکار، حق کا پیروکار اور راہ راست پر ہوں، دو سال کے بعد آپ دونوں حضرات میرے پاس آئے، آپ دونوں کی بات ایک تھی، میں نے آپ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم وراثت چھوڑ کر نہیں جاتے، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔“

میں نے فیصلہ کیا کہ وہ مال آپ کے سپرد کر دوں میں نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں یہ مال اس شرط پر آپ کے حوالے کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے معاہدہ کریں کہ آپ اس میں وہی عمل

کریں گے جو رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور میں نے خلیفہ بنائے جانے کے بعد کیا (مطلب یہ کہ زمین آپ کی ملکیت نہ ہوگی، البتہ آپ اس سے نفع حاصل کریں گے) اور اگر آپ حضرات کو یہ شرط منظور نہیں ہے تو آئندہ اس سلسلے میں میرے ساتھ بات نہ کریں، ان حضرات نے کہا، زمین ہمارے سپرد کر دیں، ہمیں یہ شرط منظور ہے۔

اب کیا آپ یہ فرمائش کرتے ہیں اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کے خلاف فیصلہ کروں؟ تو خداوند قدوس کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں قیامت تک کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کروں گا، اگر آپ حضرات اس کام سے عاجز ہیں اور اسے سرانجام نہیں دے سکتے تو آپ میرے سپرد کر دیں، میں خود مشقت اٹھاؤں گا اور آپ حضرات کو مشقت اٹھانے سے بے نیاز کر دوں گا۔ اس حدیث کے راوی امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن زبیر سے بیان کی تو انہوں نے کہا مالک بن اوس نے درست کہا، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان غنی کو اس مال میں سے حصہ وراثت طلب کرنے کے لئے حضرت ابو بکر کے پاس بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور فسخی عطا فرمایا تھا، میں نے امہات المؤمنین کی تردید کی اور کہا کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے؟ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت اسی مال سے کھائیں گے، چنانچہ امہات المؤمنین نے وراثت کے مطالبے سے اس حدیث کی بناء پر رجوع کر لیا جو میں نے انہیں بیان کی، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے حضرت عباس کو اس سے روک دیا اور اس پر غلبہ پالیا، پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس کے بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

کے منتقل ہوا، ان سے حضرت علی بن حسین (زین العابدین) اور حضرت حسن بن حسن کو، وہ دونوں باری باری اسے تصرف میں لاتے تھے، ان سے حضرت زید بن حسن کو ملا، سلام اللہ علیہم اجمعین، یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا، یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی جس کا ہم (شیخ محقق) نے لفظ بلفظ (فارسی) ترجمہ کیا ہے، امام بخاری کتاب المغازی اور کتاب الخمس میں بھی یہ حدیث، کسی قدر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ لائے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس حضرت ابو بکر ﷺ کے پاس آئے، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ فدک کی زمین اور خیبر کے حصہ سے انہیں وراثت دی جائے حضرت ابو بکر ﷺ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل اس میں سے کھائے گی، خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے تعلق اور ان کے حق کی پاسداری مجھے اپنے رشتہ داروں کے تعلق اور ان کے حق کی پاسداری و صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔

”جامع الاصول“ میں یہی حدیث امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت سے لائے ہیں، انہوں نے کہا کہ امام ابوداؤد نے فرمایا، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت عمر ﷺ سے یہ مطالبہ تھا کہ یہ مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیں اور ان کے سپرد کر دیں، ایسا نہیں تھا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا علم نہیں تھا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے، وہ صحیح صورت کا ہی مطالبہ کر رہے تھے (کہ بطور ملکیت نہیں بلکہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہمارے حصے الگ الگ کر دیں)۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا ”میں نہیں چاہتا کہ اس جگہ تقسیم کا لفظ استعمال کروں جس سے ملکیت اور ہر ایک کے اپنے حصے میں مستقل ہونے کا پتہ چلے، میں اسے اسی حال پر چھوڑتا ہوں

جس پر وہ ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دلیل پیش کی اور صاحب جامع الاصول نے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح کتاب میں مذکور ہے، نیز حضرت ابی بن کعب سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صلی کتاب میں بیان کردہ روایت کی مثل حدیث بیان کی۔

امام بخاری، کتاب الخمس میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال بطور فئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا اور جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں سے میرا حصہ میراث مجھے دیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کوئی ہمارا وارث نہیں بنتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ چھ مہینے اس دنیا میں رہیں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ”حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیر، فدک اور مدینہ منورہ میں موجودہ صدقہ میں سے جو چھوڑ گئے ہیں، اس میں سے میرا حصہ دیا جائے“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور فرمایا کہ ”جس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیا کرتے تھے میں اس میں سے کسی چیز کو بھی ترک نہیں کروں گا میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے میں نے کسی چیز کو بھی چھوڑ دیا تو مجھے خوف ہے کہ میں راہ حق سے دور ہو جاؤں گا“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کا صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا خیر اور فدک کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھا انہوں نے فرمایا کہ ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آنے والے حقوق میں صرف کئے جاتے تھے، آپ نے وہ صدقات امیر المؤمنین کے سپرد فرما پچنانچہ وہ اموال آج تک اسی حال پر ہیں۔ جامع الاصول میں یہ حدیث امام بخاری، مسلم

ابوداؤد اور نسائی کے حوالے سے حضرت عائشہ سے بعض الفاظ کے اختلافات کے ساتھ روایت کی۔ ترمذی شریف کے باب میراث النبی ﷺ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا ”اگر آپ فوت ہو جائیں تو آپ کا وراثت کون ہوگا؟“ انہوں نے کہا کہ ”میری اولاد“ حضرت فاطمہ نے فرمایا ”تو میں اپنے والد ماجد ﷺ کی وراثت کیوں نہیں؟“ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا“ کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے، ہاں! میں اس شخص کی غنمواری کروں گا جس کی غنمواری رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، اور میں اس پر خرچ کروں گا جس پر نبی اکرم ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے۔“

امام ابوداؤد حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ وراثت کے مطالبہ کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جب اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو موت کا ذائقہ چکھائے تو وہ مال اس کے لئے ہے جو اُن کا قائم مقام ہو۔“

بخاری، مسلم، مؤطا اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد امہات المؤمنین نے وراثت کا مطالبہ کرنے کے لئے کسی کو بھیجے گا ارادہ کیا، حضرت عائشہ نے کہا ”نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے“ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے یہ مال ہمارے ہاتھ میں ہے جب ہم دنیا سے رحلت کر جائیں گے تو یہ مال اس کے ہاتھ میں ہوگا جو ہمارے بعد خلیفہ ہوگا۔“ اس قسم کی یہ روایات صحاح ستہ میں متعدد سندوں سے مروی ہیں اور جتنی روایات ہم نے بیان کی ہیں وہی کافی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث شریف ”لَا نُورُ مَا تَرَكَ نَافَةُ صَدَقَةٌ“ کوئی ہمارا وارث نہیں بنتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے، اور نبی اکرم ﷺ کے اموال کا مسلمانوں اور ان کی ضروریات میں مشترک ہونا اور ان اموال کا خلیفہ وقت کے سپرد ہونا صحابہ کرام یہاں تک کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے نزدیک متفق علیہ ہے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ لیکن اس جگہ اشکال یہ ہے کہ اگر ان اموال کا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سپرد کرنا درست تھا تو حضرت عمرؓ نے پہلی بار مطالبے پر اموال ان کے سپرد کیوں نہ کر دیئے؟ اور اگر یہ درست نہیں تھا تو بعد میں کیوں ان کے سپرد کئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے وہ اموال ان حضرات کو بطور ملکیت نہیں دیئے جیسے کہ ان کا مطالبہ تھا بعد میں بطور تصرف اور تولیت کے انہیں دے دیئے، جس طرح نبی اکرم ﷺ تصرف فرماتے تھے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں، یہ معاملہ پیچیدہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے یہ صدقہ حضرت عمرؓ سے ان کی بیان کردہ شرط کے مطابق لے لیا انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت نہیں ہے، اکابر مہاجرین صحابہ نے بھی گواہی دی، پھر انہیں کیا خیال آیا کہ دوبارہ مقدمہ پیش کر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کو تولیت میں شراکت دشوار نظر آئی، تو انہوں نے تقسیم کا مطالبہ کر دیا تاکہ ہر ایک اپنے حصے میں تصرف اور انتظام کرنے میں مستقل ہو، حضرت عمرؓ نے انہیں تقسیم سے منع کر دیا تاکہ وہ زمین ملکیت نہ کہلانے لگے، کیونکہ تقسیم مملوکہ اشیاء میں ہوتی ہے، کچھ مدت گزرنے کے بعد ملکیت کا گمان کیا جائے گا، اسی طرح محدثین نے فرمایا ہے۔

اس واقعے کا مشکل ترین پہلو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معاملہ ہے کیونکہ اگر کہا جائے کہ انہیں اس سنت کا علم نہیں تھا تو یہ بعید ہے اور اگر کہا جائے کہ ہو سکتا ہے انہیں نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو، تو اشکال پیدا ہوگا کہ حضرت ابو بکرؓ سے

حدیث سننے اور اس پر صحابہ کرام کی گواہی کے بعد کس طرح انہوں نے حدیث کو قبول نہ کیا؟ اور کیسے ناراض ہوئیں؟ اور اگر ناراضگی حدیث کے سننے سے پہلے تھی تو بعد میں ناراضگی کیوں ختم نہ کی؟ یہاں تک کے ناراضگی نے طول کھینچا اور آخری دم تک حضرت ابو بکر ؓ کو چھوڑے رکھا، جیسے کہ حدیث میں ہے۔

علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی بتقاضائے بشریت تھی جو بعد میں جاتی رہی، چھوڑ دینے سے مراد ملاقات سے طبعی انقباض اور کوفت ہے، وہ ترک تعلق مراد نہیں جو حرام ہے مثلاً سلام نہ کرنا وغیرہ۔ (کرمانی)

احادیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت فاطمہ کے جنازے میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی انہیں اطلاع ملی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ ابو بکر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں، محدثین فرماتے ہیں کہ یہ بات غلط اور افتراء ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ وصیت کس طرح کر سکتی ہیں؟ جب کہ سلطان وقت، نماز جنازہ کا زیادہ حق رکھتا ہے، اسی لئے حضرت امام حسین ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے مقرر کردہ مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم کو حضرت امام حسن ؓ کی نماز جنازہ پڑھانے دی اور فرمایا، اگر شریعت کا حکم نہ ہوتا تو تمہیں ان کی نماز جنازہ پڑھانے نہ دیتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء کی نماز جنازہ رات کے وقت تھی اس لئے حضرت ابو بکر کو اس کا علم نہ ہو سکا، یہ بات بعید ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس اس وقت حضرت ابو بکر ؓ کے نکاح میں تھیں اور حضرت اسماء نے حضرت فاطمہ زہراء کے غسل اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، یہ بعید بات ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ کی اہلیہ محترمہ حاضر ہوں اور انہیں علم ہی نہ ہو، حضرت ابو بکر ؓ کے علم کا اس روایت سے صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ”مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ مجھے میری وفات کے بعد مردوں کے سامنے پردے کے بغیر لایا جائے۔“

رواج یہ تھا کہ عورتوں کو بھی اسی طرح باہر لاتے تھے جس طرح مردوں کو باہر لاتے تھے، ان کے لئے خصوصی پردے کا اہتمام نہیں ہوتا تھا، حضرت اسماء بنت عمیس نے فرمایا اور ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلمہ نے بھی فرمایا کہ ”ہم نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ میت کے لئے کھجور کی شاخوں سے کجاوے کی طرح باہر جگہ بناتے ہیں ہم آپ کے لئے بھی ایسا ہی انتظام کریں گے“ چنانچہ ان کے سامنے پردہ تیار کیا گیا جسے دیکھ کر آپ مسکرائیں اور خوشی کا اظہار کیا حالانکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد غم و اندوہ کی شدت کی بناء پر کسی نے انہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس کو وصیت کی کہ ”غسل اور تجھیز و تکفین کا انتظام تم کرنا اور علی مرتضیٰ تمہاری مدد کریں گے، اور کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا“۔

جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت عائشہ آئیں، وہ حضرت فاطمہ کے پاس جانا چاہتی تھیں لیکن حضرت اسماء نے انہیں روک دیا، حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی اور کہا کہ ”اس“ ”خشمیہ“ کو کیا ہوا ہے جو ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے درمیان حائل ہو رہی ہے اور مجھے ان کے پاس جانے سے روک رہی ہے؟ نیز اس نے حضرت فاطمہ کے جنازہ کے لئے ایسا پردہ تیار کیا ہے جیسے دلہن کا کجاوہ ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کے دروازے پر آئے اور کہنے لگے اسماء! تجھے کیا ہوا ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کی صاحبزادی کے پاس جانے سے روک رہی ہے اور تم نے ان کے لئے دلہن کے کجاوے کی طرح کیا چیز تیار کی ہے؟“۔

حضرت اسماء نے کہا کہ ”مجھے حضرت فاطمہ نے حکم کیا تھا کہ ان کے وصال کے بعد کسی کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور جو کچھ میں نے تیار کیا ہے وہ بھی ان کے حکم سے تیار کیا ہے اور انہیں دیکھایا تھا تو وہ خوش ہوئیں تھیں“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وہی کچھ کرو جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے اور کوئی حرج نہیں ہے“۔

اس واقعے سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنها کے وصال کا علم ہوا تھا، بعض محدثین فرماتے ہیں، ہو سکتا ہے حضرت ابو بکر کو وصال کا علم ہوا ہو، اور ان کا ارادہ بھی جنازہ میں شمولیت کا ہو لیکن چونکہ حضرت علی ؓ نے اسے مخفی رکھا اور حضرت ابو بکر ؓ کو اطلاع نہ دی اور نہ ہی ان کے پاس کسی کو بھیجا تو حضرت ابو بکر ؓ نے محسوس کیا کہ مخفی رکھنے میں حضرت علی ؓ کی کوئی مصلحت ہے، اس لئے انہوں نے حضرت علی ؓ کی رضا اور مصلحت کے خلاف راستہ اختیار کیا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ”ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ اس انتظار میں رہے ہوں کہ حضرت علی ؓ انہیں یاد کریں گے تو حاضر ہو جائیں گے اور حضرت علی ؓ کا خیال ہو کہ حضرت ابو بکر ؓ بلائے بغیر آجائیں گے اس طرح وقت گزر گیا پھر رات بھی تھی۔ اسی طرح علامہ سمودی نے ”تاریخ مدینہ“ میں بیان کیا، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر ؓ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور دھوپ میں ان کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے معذرت پیش کی اور کہا ”خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی قرابت میرے نزدیک اپنی قرابت سے زیادہ محبوب اور لائق احترام ہے لیکن میں کیا کروں؟ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے اور صحابہ کرام اس کے گواہ ہیں“ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں، اس واقعے کے سلسلے میں بہت جھوٹی اور بے ہر وپا باتیں بھی کی جاتی ہیں جو قابل وثوق اور لائق اعتماد نہیں، اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال جانتا ہے۔ (امداد الممعات، کتاب الجہاد، باب الفتن، فصل ثانی، ج، 5، صفحہ، 355، 348)

☆ الحمد لله کہ یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی، اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بہکے ہوئے لوگوں کو اس کی برکت سے ہدایت عطا فرمائے اور اہل حق کے قلوب کو اس سے چلا نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

”ابو محمد اعجاز احمد بن بشیر احمد بن محمد تفتیح القاسری اللوری“

غفرلہ ولوالدیہ واهل البیت والیہ

ماخذ مراجع

	ترجمہ کنز الایمان	قرآن مجید	1
دارالکتاب العربی	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ	صحیح بخاری	2
دارطیبہ، ریاض	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ	مسلم شریف	3
مکتبۃ المعارف، ریاض	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی 279ھ	سنن ترمذی	4
مکتبۃ المعارف، ریاض	امام سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی 275ھ	سنن ابو داؤد	5
مکتبۃ المعارف، ریاض	امام احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ	سنن نسائی	6
مکتبۃ المعارف، ریاض	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی 273ھ	سنن ابن ماجہ	7
دارالمحرمین، مصر	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ متوفی 405ھ	مستدرک للحاکم	8
دارالمعرفۃ، بیروت	امام احمد ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ	فتح الباری	9
مکتبۃ امام بخاری، مصر	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی متوفی	نوادرا الاصول	10
المکتب الاسلامی، بیروت	امام ابو بکر محمد بن اسحاق متوفی 741ھ	صحیح ابن خزیمہ	11
المکتب الاسلامی، بیروت	امام ولی الدین تمیزی متوفی 741ھ	مشکوٰۃ شریف	12
دارالکتب العلمیہ	امام ابو شجاع شہرودیہ دیلمی متوفی 509ھ	مسند الفردوس	13
مکتبۃ ابن تیمیہ، مصر	امام ابو القاسم سلیمان طبرانی متوفی 360ھ	معجم کبیر	14
دارطیبہ، ریاض	امام ابو القاسم یونس اللہ متوفی 418ھ	شرح اعتقاد اہل السنہ	15
دارالکتب العلمیہ، بیروت	امام احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ	سنن کبریٰ	16
دارالکتب العلمیہ	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی متوفی 430ھ	حلیۃ الاولیاء	17
دارالکتاب العربی	امام ابو الحسن نور الدین بیہقی متوفی 807ھ	مجمع الزوائد	18
دارالمآمون للتراث	امام احمد بن علی موسلی تیمی متوفی 307ھ	مسند ابو یعلیٰ	19
مؤسسۃ الرسالہ	امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ	مسند امام احمد	20
مکتبۃ امدادیہ، ملتان	امام ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ	مرقاۃ المفاتیح	21

فرید بک شال، لاہور	امام علامہ ابو شکور محمد بن سعید سہلی	التمہید	22
پروگریسو بکس، لاہور	شیخ احمد سرہندی فاروقی متوفی ۱۰۳۳ھ	مکتوبات مترجم	23
نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتوبات فارسی	24
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتوبات مترجم	25
مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	ایضاح اللمعات فارسی	26
فرید بک شال، لاہور	علامہ سعید احمد و عبدالحکیم شرف قادری	ایضاح اللمعات مترجم	27
مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مدارج النبوة فارسی	28
مکتبہ اسلامیہ، لاہور	علامہ اشرف نقشبندی	مدارج النبوة مترجم	29
نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	اخبار الاخیار، فارسی	30
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	سبحان محمود محمد فاضل	اخبار الاخیار مترجم	31
مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور	علامہ غلام معین الدین نعیمی	تکمیل الایمان مترجم	32
فرید بک شال، لاہور	علامہ غلام معین الدین نعیمی	ماثبت من السنہ مترجم	33
مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	شرح سفر السعادة فارسی	34
ایجوکیشنل پریس، کراچی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مرج البحرین	35
جمعیت اشاعت المل سلت	علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی	کشف الالتباس مترجم	36
مکتبہ قادریہ، لاہور	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	تحصیل التعرف مترجم	37
مکتبہ نبویہ، لاہور	علامہ اقبال احمد فاروقی	زبدۃ الآثار مترجم	38
شہیر برادرز، لاہور	میر رضا قادری	جذب القلوب مترجم	39
مدوۃ المصنفین، انڈیا	خلیق احمد نظامی	حیات شیخ عبدالحق	40
تبلیغ الاسلام، فیصل آباد	مفتی محمد امین نقشبندی	مقالات امینیہ	41
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	علامہ ظفر الدین بہاری	چودھویں صدی کے مجدد	42

اعظم

خلیفہ مفسر اعظم پاکستان

مفتی اعجاز احمد قادری اویسی

کی دیگر علمی و تحقیقی تصانیف

- (۱) ترجمہ مجلۃ الاحکام العدلیہ، سلطنت عثمانیہ کا قانونی دیوان، (۲۰۰ صفحات) غیر مطبوع
- (۲) ترجمہ النعمۃ الکبریٰ لابن حجر مکی، مع اعتراضات کے جوابات (۱۲۸ صفحات) غیر مطبوع
- (۳) ترجمہ انباء الاذکیاء فی حیاة الانبیاء لامام جلال الدین سیوطی (۷۲ صفحات) جماعت محمودیہ، سندھ
- (۴) ترجمہ ایضاح الدلالات فی سماع الآلات لامام النابلسی (۱۶۰ صفحات) غیر مطبوع
- (۵) ترجمہ السور والروای فی المولد النبوی لامام ملا علی القاری (۱۲۸ صفحات) انجمن ضیائے طیبہ
- (۶) شرح "شرح العقائد النسفیہ" لامام سعد الدین التفتازانی (۵۰۰ صفحات) غیر مطبوع
- (۷) شرح مطول لامام سعد الدین التفتازانی
زیر تالیف
- (۸) فرشتے ہی فرشتے (تخریج و تحقیق) (۲۳۲ صفحات) بزم اویسیہ، کراچی
- (۹) تذکرہ امام ابن حجر مکی، (۳۲ صفحات) مکتبہ علمیہ کراچی
- (۱۰) شمول الاسلام لامام احمد رضا (تخریج و تحقیق) (۹۲ صفحات) دار البرور، کراچی
- (۱۱) مظلوم مصنف (حیات و احوال مفتی فیض احمد اویسی علیہ الرحمہ) (۹۲ صفحات) ادارہ تالیفات اویسیہ
- (۱۲) مہینوں کے فضائل، (دو حصے مکمل) (۱۲۸ صفحات) مکتبہ علمیہ کراچی
- (۱۳) رسائل امام عابد سندھی (الرسائل الخمس) (۱۸۰ صفحات) غیر مطبوع
- (۱۴) رسائل امام جلال الدین سیوطی (زیر ترجمہ و تحقیق)
- (۱۵) الاربعین فی فضل الطعام للطعام للانس والمسلمین غیر مطبوع

Decorative border at the top of the page.

اردو ترجمہ
فیض الرحمن

تفسیر صحیح البیان

شیخ القرآن والتفسیر والحدیث حضرت علامہ
مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ

بالتمام

محمد قاسم جلالی

(بانی و مدیر مکتبہ خیرین پبلشرز کراچی)

اس کتاب میں قرآن پاک کی آیتوں اور سورتوں کی تفسیر کی گئی ہے۔ جس میں قرآن پاک کے مشکل الفاظ کی اصل لغت، تفسیر عربیہ، تفسیر بلوچان، شان نزول، سوال و جواب، سنن و تراجم، روایات اور دیگر کی باتوں کا بیان آسان اور عام سے کیا گیا ہے تاکہ سب کو سمجھنے میں آسانی ہو اور اس کے احکامات پر عمل کرنا اور اپنی دنیا و آخرت کو سزاوار بنائیں۔

ناشر

مکتبہ خیرین پبلشرز

یونیورسٹی روڈ، کراچی پاکستان

Decorative border at the bottom of the page.

یوم ندعوا کل اناس باہامہم،
تیرہ گزہ ایمان جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے

عظمت امام اعظم
عظمت امام اعظم
عظمت امام اعظم

☆ امام اعظم پر مسور علماء محققین کے علمی و تحقیقی مقالات
☆ مخالفین کے اعتراضات کے علمی جوابات

مرتبہ

پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ
سید محمد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ)

سعادت اہتمام

حافظ محمد جمیل قادری

مکتبہ عربیہ اسلامیہ

القابل، ممبئی، مکتبہ دارالعلوم دہلی
پتہ: محلہ دارالعلوم، ممبئی (2221) 0010004-0020110

مناسب قیمت
خوبصورت نمائش

لاکھوں ڈالروں پر لاہو نہ کرنا
ان پر مذہب سے نفرت نہ کرنا

اعلیٰ معیار کی کتاب
کمپیوٹرائزڈ کتابت

دیوبندی امام

کے پیچھے

نماز کا حکم؟

تقریر: مناظر اسلام شیخ القرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد اوسکی صاحب مدظلہ

باہتمام حافظ محمد جمیل عطاری قادری ہزاروی

- ☆ اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم کیا ہے
- ☆ دیوبندیوں کی عبارات کفریہ کی بحوالہ نشاندہی کی گئی ہے
- ☆ سرکارِ عالم نے بے ادب امام کو امامت سے کیوں ہٹایا؟
- ☆ گستاخانِ نبوت کو مسجد نبوی سے کیسے اور کیوں نکلوا یا؟
- ☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امام کو کیوں قتل کرایا؟

کتابخانہ

پتہ: ایف بی ایف، کراچی 5
0092-21-4910584-4926110

دعا بعد نماز جنازہ

کا تحقیقی ثبوت

مصنف: حضرت علامہ مولانا سعید اللہ خان قادری

با اہتمام: حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز ہزاروی

ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی

ناشر!

مکتبہ غوثیہ

نزد جامعہ الفاطمہ للبنات بالقابل میں گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی کراچی

اقراء الصلوة لذخركون

اس کتاب سے لے کر نماز کا صحیح طریقہ (القرآن)

بے نمازی کا انجام

ماہ قیت

اہل جلد

اہل معیاری کاغذ

مؤلف **محمد رفیع عثمانی**

بہنم **محمد رفیع عثمانی** پرنٹرز، لاہور

- ☆ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ واجب ہے بلاعذر ترک کرنا گناہ ہے
- ☆ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے سے متعلق تحقیق
- ☆ بے نمازی کے متعلق آیات، احادیث اور اقوال بزرگان دین
- ☆ پانچ چیزوں کے چھوڑنے پر پانچ برکتوں کا ختم ہو جاتا
- ☆ نماز پڑھنے کا سنون طریقہ اور اہم مسائل

کتبہ غوثیہ

بیتنا میں بین گیسٹ ہسٹری پر سب سے سہولتیں اور اعلیٰ درجہ غوثیہ

پتہ: 5، پورٹ ٹرین، لاہور

0092-21-4910564 / 4925110

سہل انداز

کمپیوٹرائزڈ کتابت

خوبصورت ڈائل

علیہ السلام

انٹرنیشنل کونسل

انٹرنیشنل کونسل

حضرت خضر

کے ملاقات

مصنف:..... ڈاکٹر علامہ محمد خالد صدیقی القادری مولانا صاحب
باہتمام:..... محمد قاسم جلالی (بزنس مین، ترجمان پور)

☆ آپ اللہ کو لقب خضر کیوں عطا ہوا؟

☆ حضرت خضرؑ کی عمر کتنی تھی؟

☆ کیا حضرت خضرؑ زندہ ہیں؟

☆ حضرت خضرؑ کی حضور ﷺ سے ملاقات

☆ حضور غوث پاکؑ نے حضرت خضرؑ سے بھی تربیت پائی

☆ قرون اولیٰ سے زمانہ ہذا تک حضرت خضرؑ کی ملاقاتیں

نائن (۹) کاپیاں

بالتقابل مین گیٹ عسکری پارک متصل دارالعلوم غوثیہ

یونورسٹی روڈ کراچی نمبر 5 پاکستان

0092-21-4910584-4926110

فری سروس

کمپیوٹر سروس

کتاب شائع کرانا اب بہت آسان!
چاہتے ہیں

کتاب شائع کرانا اب بہت آسان!

کیونکہ

ڈیزائننگ

پروف ریڈنگ

فروپرنٹنگ

پرنٹنگ

پرنٹنگ

سب اداروں اور اداروں

اس کے علاوہ پوسٹر، ہینڈ بل، لیٹر پیڈ، رسید بکس، وزیٹنگ کارڈز وغیرہ کے لیے

آج ہی رابطہ کریں

فروپرنٹنگ

بالتقابلہ مین گیٹ عسکری پارک مین یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان

021-4926110-4910584

جنات اور شیطانوں کے بارے میں دلچسپ اور معلوماتی رسالہ

نیمپوز انڈیا کتابت

اصل معیاری کاغذ



خوبصورت نائل

سبل انداز

مناسب قیمت

محمد قاسم جلالی ایڈیٹر، ممبئی

مولانا ذوالقرنین قادری

- ☆ لفظ جن کی تحقیق اور جنات کی پیدائش اور اقسام
- ☆ ابلیس (شیطان) کون ہے؟ اس کی بیوی اور اولاد کون ہے؟
- ☆ جنات لڑکی اٹھا کے لے گئے
- ☆ کیا انسان کا جن سے نکاح ہو سکتا ہے؟
- ☆ جنات بھی جہنم میں جائیں گے اور ان پر آگ کا اثر بھی ہوتا ہے

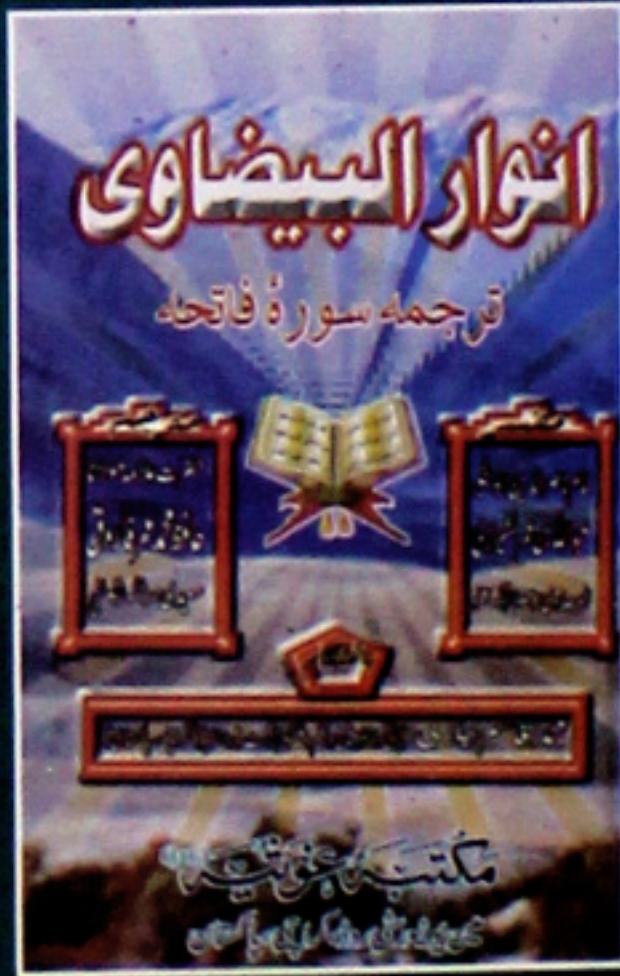
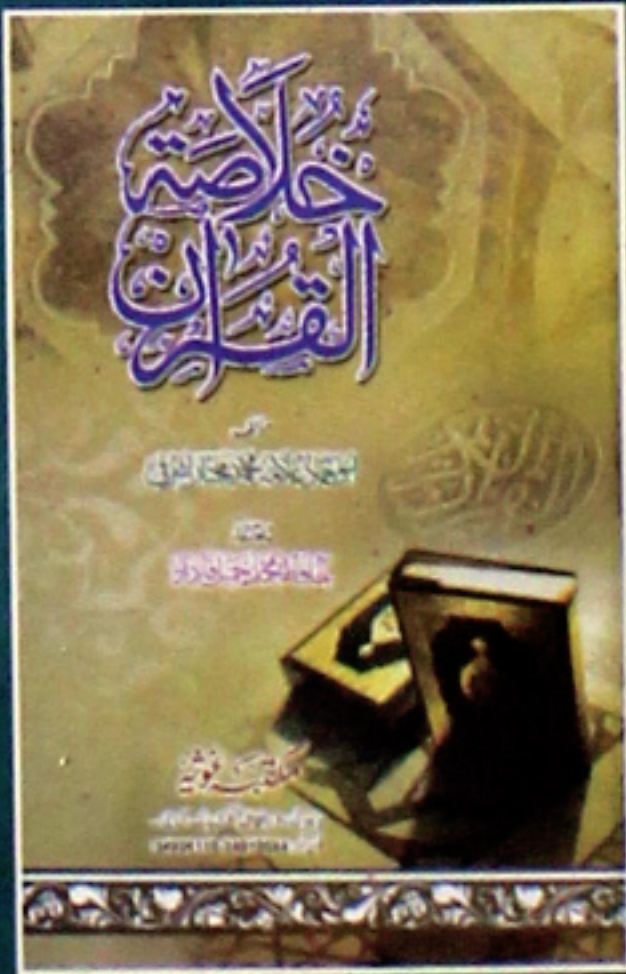
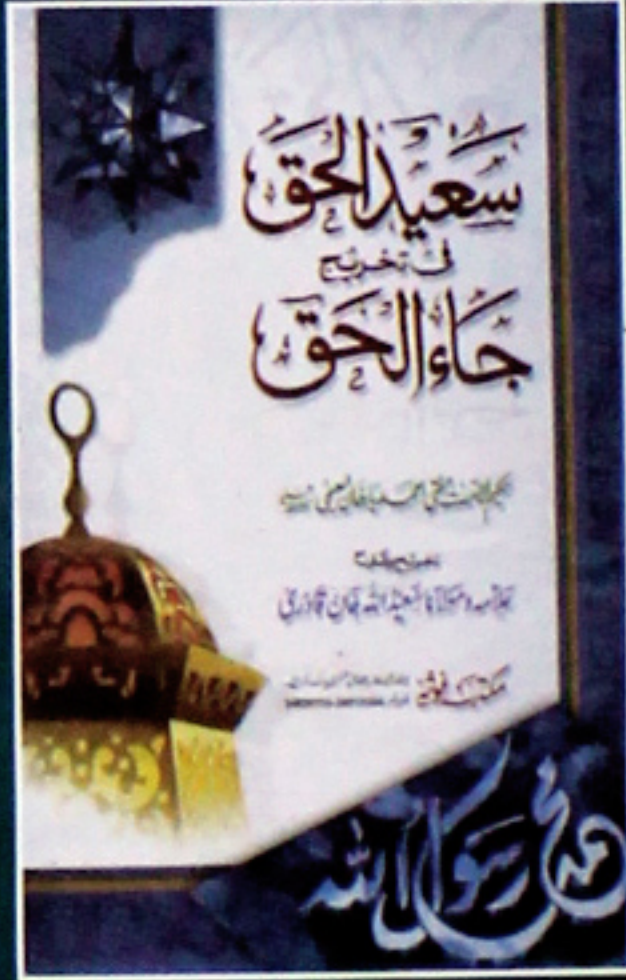
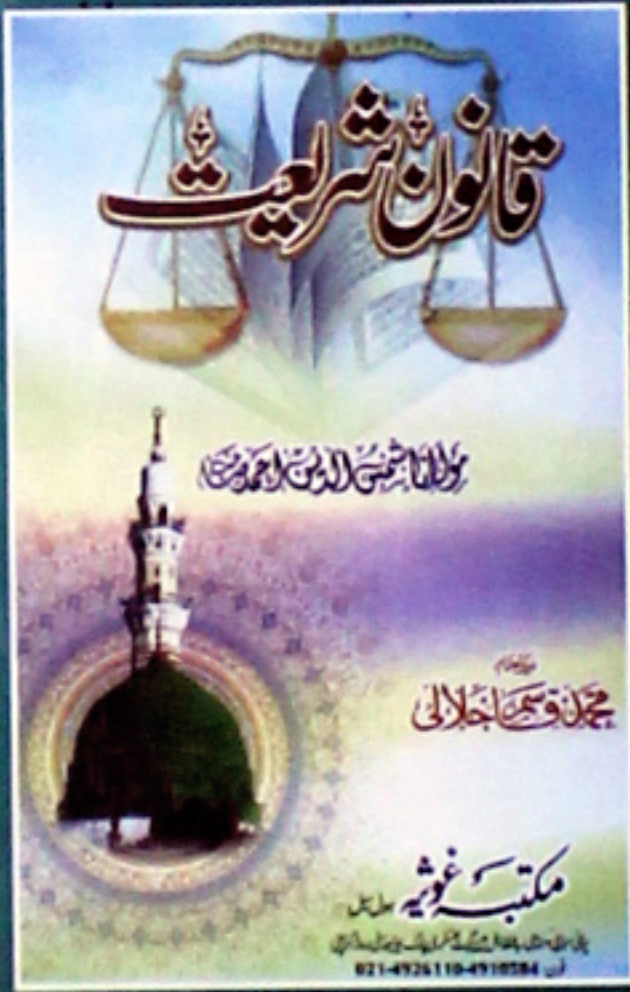
کتبہ عیشیہ ناشر

بازار چل میں گیت منسٹر کی روٹ، ممبئی 400 001

پینا کی روٹ، ممبئی 400 001

0092-21-4910584-4926110

ادارے کی دیگر مطبوعات



اردو بازار برانچ

مکتبہ المدینہ

اسٹاکٹ: قاسم پبلی کیشنز

نزد فضل الرحمن اسکول بالمقابل شیخ شوکت علی اینڈ سنز اردو بازار کراچی

0333-3258978, 0333-3528137